کواکبِ دُرّیہ

مولانا سیّد محمد مہدی ادیب مصطفےٰ آبادی

ترتیب

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

الرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ

کواکبِ دُرّیّہ

مولانا سیّد محمد مہدی ادیب مصطفیٰ آبادی

ترتیب

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

نام کتاب	:	کواکب دُرّیہ
مصنف	:	مولانا سید محمد مہدی ادیب مصطفیٰ آبادی
ترتیب	:	علّامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
اشاعت	:	اوّل ۲۰۱۵ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	۲۰۰ روپے
ناشر	:	محسنہ میموریل فاؤنڈیشن فلیٹ نمبر 102، مصطفیٰ آرکیڈ، سندھی مسلم کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، فون:02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

---- { کتاب ملنے کا پتہ } ----

MUSTAFA ARCADE Flat #102, Plot 119-A S.M.C.H.S, KARACHI PAKISTAN Ph# 02134306686	IMAM BARGAH DUA-E-ZEHRA 2 Lorne Road NN 1 3RN U.K. Ph# 07989344151	Community News & Views 11 Amesbury Court Robbinsville N.J. 08691 U.S.A Ph# 0016093360015
H.NO.22-3-145, DarabJang Lane, Yakutpura, Hyderabad A.P. INDIA Ph# 00918099247402	6 Edwards Mews Islington London N1 1SG Ph# 00447958344614 00442072269057	Abbas Book Agency Rustam Nagar Dargah Hz. Abbas Lucknow-3 U.P. INDIA Ph# 00919369444884
Alamdar Book Depot Imam Bargah Shuhda-e-Karbal Ancholi Society Karachi Ph# 02136804345	Iftikhar Book Depot 43-Main Bazar Islampura, Lahore Ph# 042-37223686	Ahmed Book Depot Phatak Imam Bargah Shah-e-Karbala Rizvia Society Karachi

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

تلامذۂ مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر پروفیسر عباس رضا نیّرؔ (شعبۂ اردو، لکھنؤ یونیورسٹی، انڈیا)

پیش لفظ

بستیاں اپنی ہستیوں سے اور ہستیاں اپنی بستیوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ چنانچہ مصطفےٰ آباد (رائے بریلی) اودھ کی ایک ایسی ہی بستی ہے جس نے دنیائے علم و ادب کو وہ وہ عظیم الشان ہستیاں عطا کی ہیں، جنہیں ملک و قوم کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ علمی، ادبی اور مذہبی ہی نہیں، سیاسی، سماجی اور ثقافتی اعتبار سے یہ بستی ہر دور میں سرگرمِ عمل رہی ہے۔ مرد تو مرد یہاں کی خواتین بھی نثر و نظم میں فصاحت و بلاغت کی مثال ہوتی ہیں۔ خود علامہ سید ضمیر اختر نقوی کی والدۂ گرامی مرحومہ محسنہ بیگم نقویہ کی "مجالسِ محسنہ" کی دونوں جلدیں جس کا منھ بولتا ثبوت ہیں اور تو اور خود علامہ صاحب بھی انہیں کی آغوش میں پروان چڑھ کر آج دنیا زمانے کو روشن ضمیری کے اجالے تقسیم کر رہے ہیں۔

۷۸۶ رصفحات پر مشتمل علامہ ضمیر اختر نقوی کی کتاب "شعرائے مصطفےٰ آباد" کے مطالعے کا سُرور ابھی اہلِ ادب کے سَروں سے اُترا بھی نہ تھا کہ بادۂ فصاحت و بلاغت کے خُمار کی شکل میں مصطفےٰ آباد کی ہی نہایت مرنجا مرنج عبقری شخصیت استاذ الاساتذہ، شاعر الشعرا، حکیم الحکما، ادیب الادبا علامہ سیّد محمد مہدی ادیبؔ جیسے نابغہ روزگار کی بیش بہا، دُر سے زیادہ قیمتی تصنیف "کواکب الدرّیہ" کی تدوین زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آنے کو تیار ہے۔ علامہ سیّد محمد مہدی ادیبؔ کا تعلق مفتی میر محمد عباس شوستری والے علمی و

ادبی زمانے سے ہے۔ اس وقت کے لکھنؤ کے علما نے اپنے دانشورانہ جلووں سے دہلی والے مرزا غالبؔ کو بھی مغلوب کر رکھا تھا۔ یہ زبان و بیان اور تاریخ و کلام کا زمانہ تھا۔ علمی دنیا میں آج جو حیثیت سائنس انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کو حاصل ہے وہی حیثیت اس دور میں منطق، فلسفہ اور ادب کو حاصل تھی۔ انسان چاہے جتنا عالم ہو لیکن درس نظامی سے اس کا تعلق نہیں ہے تو وہ ٹکسال باہر سمجھا جاتا تھا۔

علم و ادب کا یہ سنہرا دور تھا جس میں سراپا ''تجلیات'' مفتی میر محمد عباس شوستری، صاحب عبقات الانوار میر حامد حسین، ناصر الملت سید ناصر حسین، حکیم شفاء الدولہ سید افضل علی فیض آبادی، سلطان المدارس اور مدرسۂ ناظمیہ کے بانی نواب آغا ابوالحسن جیسی شخصیتیں موجود تھیں۔ ایسے دور میں علامہ سید محمد مہدی ادیبؔ نے خطیبِ اعظم سید سبطِ حسن، مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری، بڑے گاؤں والے مولانا عالم حسین، بھیک پور والے مولانا سید نظر حسن، پھول پور والے مولانا محمد عوض اور بادشاہ شجاع الدولہ کی علمی فیاضیوں کے وارث شہزادہ مرزا جہاں قدر جیسے شاگرد پیدا کیے۔ واضح رہے کہ اس علمی زمانے میں تصنیف و تالیف کے علاوہ اساتذہ کی شناخت ان کے شاگرد اور شاگرد کی شناخت ان کے اساتذہ سے بھی ہوا کرتی تھی۔ ''کواکب الدّریہ'' اپنے عہد کی ان تمام تر جلوہ سامانیوں کی اہم ترین دستاویز ہے۔ جس کے مشمولات یعنی علامہ سید محمد مہدی ادیب کے مکتوبات، مراسلات، مقدمات اور دیگر نگارشات اپنی فصاحت و بلاغت میں ہر پہلو سے ممتاز ہیں۔

مصطفےٰ آباد سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے نجفِ اشرف تک علامہ سید محمد مہدی ادیب

کی علمیت کا سکّہ چلتا تھا۔ الحمد للہ اسی سرزمین کی دھول سے روشن ہونے والا ایک چراغ آج کراچی جا کر آفتاب عالمتاب کی شکل میں جگمگا رہا ہے۔ جسے دنیا علامہ ضمیر اختر نقوی کے نام سے جانتی ہے۔ جو اس وقت برصغیر اور ایسا ہی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کی برفیلی چٹانوں سے لے کر افریقہ کے گنجان صحراؤں تک اپنی خطابتوں، ذہانتوں اور لیاقتوں کی کرنیں بکھیر رہے ہیں۔ علامہ ضمیر اختر نقوی صرف اپنی زبان وقلم سے ہی نہیں بلکہ جسم وجان سمیت اپنا سارا اثاثۂ حیات علوم اسلامی اور تعلیمات اہلبیت رسولؐ کی ترویج واشاعت میں بروئے کار لا رہے ہیں۔ یعنی اپنے بزرگوں کے خوابوں کو تعبیر دینے میں منہمک ہیں۔

خود علامہ ضمیر اختر ہوں یا ان کا خاندان، ان کا آبائی وطن مصطفےٰ آباد ہو یا خود ان کا وطن لکھنؤ، سب کے سب علم وادب کے بیش قیمت زیوروں سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ علامہ ضمیر اختر نقوی ہفت خواں ہی نہیں ہشت پہل بھی ہیں۔ بلکہ ان کی شخصیت پر تو ایک نام ہزار داستان والا محاورہ صادق آتا ہے۔ وہ کسی بھی موضوع پر کسی بھی وقت بولنے اور کسی بھی وقت لکھنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد اسلامی دانشوری کی روایت میں ادبی ذہانتوں کا روشن ترین حوالہ ہیں اور بھی بہت کچھ جن کا احاطہ محال ہے۔

علامہ ضمیر اختر نقوی کی صدہا تصنیفات وتالیفات لائق ستائش ہیں "کواکب الدریہ" کی تدوین واشاعت اس اعتبار سے بھی قابلِ احترام ہے کہ انہوں نے اپنے وطن کے ایک بزرگ اور جید عالم کی علمی نگارشات کو محفوظ

کرنے کے جذبے سے یہ حُسین کام انجام دیا ہے۔ بزرگوں کے علمی کارناموں کو تلف ہونے سے بچانے کا یہ حوصلہ بہرحال اپنے آپ میں بڑی بات ہے۔ یقیناً علامہ ضمیر اختر نقوی کے اس کارنامے سے ایک بار پھر نوابغ مصطفےٰ آبادی کے علمی وادبی کاموں کی تعین قدر ہوسکے گی۔ بلاشبہ ''کواکب الذرّیہ'' کی یہ اشاعت اہلِ ادب کے لئے گنجینۂ گراں مایہ کی حیثیت سے ایک تحفۂ عظیم ثابت ہوگی۔

دعا ہے کہ خدائے حسینؑ محبِّ خونِ حسینؑ علامہ ضمیر اختر نقوی کی اس کاوش کو قبول کرے اور انہیں دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین۔

عباس رضا نیّر
دبستان D-31/344
حسین باڑی، نرائن گارڈن
ہردوئی روڈ، لکھنؤ 226003

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدّمہ

مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ کی کتاب ''کواکب دُرّیہ'' ایک نایاب کتاب ہے یہ کتاب عربی خطوط، تقاریظ، قصائد و منظومات کا مختصر مجموعہ ہے۔ کسی زمانے میں سلطان المدارس لکھنؤ اور مدرسۃ الواعظین لکھنؤ و مدرسۂ ناظمیہ لکھنؤ کے عربی درسیات میں شامل تھی۔

مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ جب طلبا کو سند دیتے تھے تو اس کتاب کے مطالب سُن کر پاس کرتے تھے۔ کتاب میں ایسی اسناد بھی موجود ہیں۔ مثلاً مولوی محمد بذل الرحمان کو سند دیتے ہوئے مولوی سیّد محمد مہدی ادیب تحریر کرتے ہیں:-

''مولوی محمد بذل الرحمان، خدا حوادث دہر و زمان سے محفوظ رکھے ایک عرصے تک میری شاگردی میں رہے اور ''دیوان ابی الطیب المتنبی'' اور ''مقاماتِ الحریری'' اور ''لامیہ المعلقۃ'' اور ''دیوانِ الحماسہ'' کے بعض حصے میں میرا تلمذّ اختیار کیا جس میں انھیں عبور حاصل ہے۔ اِسی طرح ''فریدۃ البہیہ فی شرحِ القصیدۃ العلویہ'' اور ''کواکب الدرّیہ'' میری تصانیف کا بغور مطالعہ کیا اس طرح ان کی نثری تحریر کی اصلاح کی، ان کے قلم میں موجود خامیاں دُور کیں ان کی انشا نکھر گئی اور عبارات میں پختگی آ گئی''۔ (کوکب دُرّیہ)

دوسرے طالب علم مولوی سیّد نظیر حسین کو سند دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''میری چند تصنیفات کی تعلیم مجھ سے حاصل کی، آپ نے میرے لکھے

ہوئے بعض قصیدوں کی تشریحات تیار کردیں۔ میں نے ان کی نظموں کی اصلاح کردی اور نثری تحریرات میں بہتری پیدا کی، عبارات کو کندن میں تبدیل کردیا"۔ (کوکبِ دُرّیہ)

"کواکب الدرّیہ" کی تالیف وتصنیف اِسی مقصد کے پیشِ نظر ہوئی تھی تاکہ عربی کے طلبا واسکالرز اس سے فائدہ اٹھائیں اور اُن کے عربی لکھنے اور پڑھنے میں فصاحت وبلاغت شامل ہوجائے۔

مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ اپنے ہم عصر علما وادیبوں اور حکیموں سے جو خطوط نویسی کررہے تھے۔ اس ادبی مہم جوئی میں آنے والوں کو فائدہ پہنچنے والا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس عہد کے حالات، واقعات، معاشرت، تہذیب وثقافت کی عکاسی بھی ان تحریروں میں موجود ہے۔

مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کا وطن مصطفےٰ آباد ضلع رائے بریلی تھا، انھوں نے وطن جاتے ہوئے جو حالات وواقعات ظہور پذیر ہوئے انھیں سفرنامے کی طرح تحریر کیا ہے۔ سفر کی صعوبتوں کے ذکر میں چند اشخاص کا بھی ذکر آگیا ہے۔

مثلاً سیّد خیرات حسین سے اُن کے ملاقات رائے بریلی میں ہوئی لکھتے ہیں:-

"یوں ہم رائے بریلی پہنچے وہاں دو احباب سے ملے ایک سیّد خیرات حسین چنانچہ اُن سے وطن کے حالات معلوم کئے اور مکان بنانے کے بارے میں آگاہی حاصل کی۔" (کوکبِ دُرّیہ)

مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ دوسرے شخص کا ذکر کرنا بھول گئے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا جو انھیں رائے بریلی میں ملا تھا۔ اب یہ سیّد خیرات حسین کون ہیں؟ ان کا ذکر میں اپنی کتاب "شعرائے مصطفےٰ آباد" میں کرچکا ہوں۔ مصطفےٰ آباد

کے محلہ بھتری گاؤں میں رہتے تھے سید خیرات حسین کے ایک فرزند سید حسن الدین سہیل مصطفےٰ آبادی تھے جو بہت اچھے شاعر تھے۔ سید خیرات حسین کے پر پوتے سید یقین حیدر سحر مصطفےٰ آبادی ممتاز شاعر تھے۔ شیعہ کالج میں کچھ دنوں لکچرار رہے تھے انھوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے کیا تھا اور اس سلسلے میں انھوں نے گولڈ میڈل حاصل کیا تھا۔ الٰہ آباد یونیورسٹی سے ہسٹری میں ایم اے کیا۔ لکھنؤ کے مختلف کالجوں میں لکچرار کی حیثیت سے درس وتدریس میں مصروف رہے۔ ۱۹۷۶ء میں عین عالم شباب میں انتقال ہوا۔ مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ کے پر پوتے سید ین نقوی جو حیدر گنج میں اپنے پر دادا کی پیلی کوٹھی میں رہتے ہیں سید ین نقوی اور یقین حیدر سحرؔ دونوں سگے خالہ زاد بھائی ہیں۔

مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ نے اِس خط میں وطن (مصطفےٰ آباد) پہنچنے کا حال لکھا ہے کہ۔

"چنانچہ زمانے کے آفات وبلیات سے بچتے ہوئے رات کے آخری پہر کو گھر پہنچ گئے وہاں پر نورِ چشم سید مصحف حسین سے ملاقات ہوئی۔ (کوکبِ دُرّیہ)

سید مصحف حسین مصطفےٰ آباد کے تعلقے دار تھے اور سید محمد مہدی کے بڑے بھائی مولوی سید مظہر حسن کے فرزند اور مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ کے سگے بھتیجے تھے۔

مولوی محمد مہدی ادیبؔ کی اس کتاب سے لکھنؤ کی مقتدر ہستیوں کے خطوط و قصائد و منظومات سے آگاہی ہوتی ہے۔

مفتی میر محمد عباس، صاحب عبقات میر حامد حسین، ناصر الملت مولانا سید ناصر حسین، حکیم شفاء الدولہ، حکیم مولوی سید صفدر حسین، مولوی سید ابوالحسن (بانیٔ سلطان المدارس لکھنؤ) کے خطوط وطرز انشا کے نمونے "کوکبِ دُرّیہ" میں بے

مثل ولاجواب ہیں اور اُن کے جوابات جو مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ نے تحریر کئے ہیں یا انھوں نے ادیبؔ کے خطوط کے جوابات لکھے ہیں۔ اُن سے بھی اس عہدِ لکھنؤ کی فضا کا علم ہوتا ہے۔

مفتی میر محمد عباس فرماتے ہیں:۔

''موجودہ زمانے میں علم چاہے معقول علوم ہوں، یا منقول ناپید ہو رہے ہیں، زمانے نے اُسے خیر باد کہہ دیا ہے یوں علوم کے آثار محو ہونے لگے''۔

(کوکب دُرّیہ)

لکھنؤ کا یہ عہد، شاہی ختم ہونے کے بعد تہذیبی زوال ہو رہا تھا لیکن لکھنؤ کے علمائے کرام شعرائے عظام واُدبائے علام نے گرتی ہوئی دیوار کو مثلِ حضرت خضرؑ دوبارہ مرمت کر کے اس قابل بنا دیا تھا کہ خزانۂ علم وادب محفوظ رہ جائے۔ اُس دور کے علما اجتہاد کے ساتھ ساتھ طبابت وحکمت کا علم بھی حاصل کرتے تھے۔ جس علم کی جگہ اب ڈاکٹری نے لے لی ہے۔

مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کے زمانے میں بہت سے مشہور ومعروف حکیم وطبیبِ لکھنؤ، میں موجود تھے خصوصاً حکیم شفاء الدّولہ کو بہت عروج حاصل ہوا مولوی سیّد مہدی ادیبؔ اور حکیم شفاء الدّولہ میں گہرے مراسم تھے۔ دوستی کی اہم وجہ دونوں کا عربی ادب سے شغف تھا۔ مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ نے حکیم شفاء الدّولہ کی ایک عربی حکمت کی کتاب پر عربی میں جو تقریظ لکھی ہے وہ کتاب ''کوکب درّیہ'' میں موجود ہے۔ جسے انشا کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔

مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ ممتاز مشاہیر کے لئے نہایت اعلیٰ وشاندار خطابات والقابات کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ القابات وخطابات شخصیت کی بزرگی کو ظاہر کرتے ہیں اور ان مشاہیر کی بعض سیرت کے پہلوؤں کو بھی اجاگر

کرتے ہیں۔ "کوکبِ دُرّیہ" کے خطوط و منظومات میں منظر نگاری بھی نظر آتی ہے، بارش اور برف باری کے مناظر لاجواب قلمبند کیے گئے ہیں۔

دنیا کی بے ثباتی کے بیانات بھی درسِ عبرت کے طور پر خوب ہیں، جوانی کا رخصت ہوجانا، بڑھاپے کی آمد، قویٰ کا کمزور ہونا، حافظے میں خلل پڑجانے کے بیانات دلچسپ اسلوب سے تحریر کئے گئے ہیں۔

"کوکبِ دُرّیہ" کے خطوط میں خاکہ نگاری بھی موجود ہے، رائے بریلی کے ایک شخص کا خاکہ خوب لکھا گیا ہے جو افیم کے نشے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ علمی و ادبی نشستوں کا بیان بھی پُراثر ہے۔

مفتی میر محمد عباس کے خطوط سے مٹیا برج کلکتے میں واجد علی شاہ کے زمانے کی عکاسی بھی خوب ہے۔ اُس وقت مٹیا برج کے حالات کس نہج پر تھے اُن کا تذکرہ تاریخِ ادب کے لئے ایک اہم دستاویز ہے۔

❀❀❀❀

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان

بحمد الله الملك المنان که درین زمان بهجت اقتران و اوان مسرت

توامان کتاب مستطاب طیب الاحباب تبصرة لاولی الالباب تذکرة

للاعجاب المفیض کالسحاب مشتملا علی الانجم والاشکاب [illegible]

حسن [illegible] المعتبرة [illegible] محتویا الجواهر العبقریة [illegible]

بالکواکب الدریة

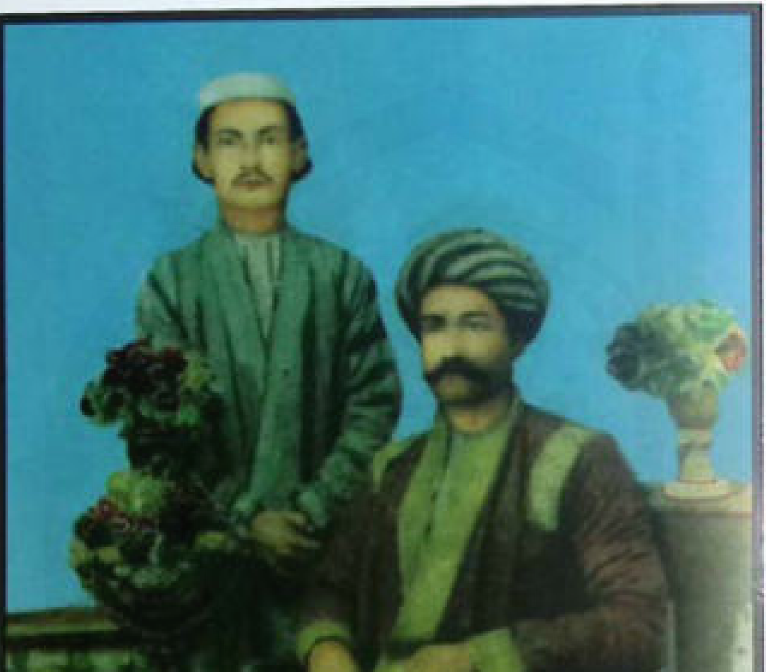
للفاضل الاکرم والنحریر [illegible] الملل [illegible] وحید عصره فرید دهره

[illegible] الکامل [illegible] الاروع [illegible] التقی [illegible]

[illegible] الجعفری السید محمد مهدی لازال [illegible] فضله بازغة

[illegible] الکریم [illegible] السید [illegible]

در مطبع بستان مرتضوی بتصحیح تام مطبوع شد



مولوی سیّد محمد مہدی ادیب اور اُن کے فرزند سیّد محمد آغا

مولانا سید محمد مہدی ادیب مصطفےٰ آبادی کی نظم ونثر کا ایک مجموعہ "کواکب دُرّیہ" ہے جو مدرسۃ ناظمیہ لکھنؤ کے ادبی نصاب میں داخل تھا۔ آپ کا ایک "دیوان عربی" بھی ہے۔ آپ اکثر علی سبیل الارتجال (فی البدیہ) عربی اشعار کہتے تھے۔ فی البدیہ کہے گئے اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

هُيَامٌ بِبَعْضِ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَمَاجِدِ
وَاِنِّیْ لمر موض مجر التباعد

اَلَا اَيُّهَا الدَّهْرُ الْمشت تركتنی
كَلَحْمٍ عَلٰی وَضَمٍ مجد الشدائد

اَنَخْتَ عَلَيْنَا كَلْكَلَ الْبَيْنِ وَالنَّوٰى
فَصِرْتُ كَبَعْضِ الذر تَحْتَ الْجَلَامِدِ

أَ اَكْتُمُ حُبًّا وَالتَّمَلْمُل فاضحیْ
وَتِلْكَ دُمُوْعُ الْعَيْنِ بَعْضُ الشَّوَاهِدِ

وَلَسْتُ اُبَالِیْ بَعْدَ مَافُزْتُ مَقْصَدِیْ
فِرَاقَ طَبِيْبِیْ اَوْقِيَامَ الْعَوَائِدِ

وَكُنْتُ اِذَا ان معته لا يَرُدُّنِیْ
وُقُوْعُ الْعَوَالِیْ اَوْعَضَاضُ الْاَسَاوِدِ



علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے ساتھ

جناب سیّد ین نقوی

ابنِ

سیّد محمد حسن نقوی

ابنِ

سیّد محمد آغا

ابنِ

مولانا سیّد محمد مہدی ادیب (حیدر گنج لکھنؤ)



مولوی سیّد محمد مہدی ادیب کی قبر، مصطفےٰ آباد۔ قبر پر
خطیبِ اعظم سیّد سبطِ حسن اعلی اللہ مقامہٗ کا کہا ہوا قطعہ کندہ ہے

سیّد محمد مہدی ادیبؔ
کے حالاتِ زندگی

مولانا سید محمد مہدی ادیبؔ، سید نوروز علی کے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت مصطفےٰ آباد میں ہوئی۔ باپ نے اعلیٰ درجے کی تربیت کی تھی۔ پندرہ سال کے ہوئے تو لکھنؤ آئے اور محلہ حیدر گنج میں قیام کیا۔ یہیں تکمیلِ تحصیل کی معقولات میں مولوی کمال الدین موہانی اور مولوی فضل اللہ مدرس کیننگ کالج سے تلمذ تھا۔ جناب مُفتی میر محمد عباس صاحب سے علوم ادب حاصل کیے۔ مولانا سید حامد حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل تھا اور یہ دونوں حضرات اُن کی قابلیت کے مدّاح تھے۔

مولانا محمد مہدی بڑے زمیندار اور اُسی پائے کے عالمِ ادب تھے۔ رئیسانہ وضع اور عالمانہ شان تھی، حسین چہرہ، مقدس سیرت تھے۔ عربی شعرو ادب میں بڑی عظمت رکھتے تھے۔ ''بہجتہ الادب'' کے نام سے ایک علمی وادبی انجمن قائم کی تھی۔ اس انجمن میں پندرہ دن بعد عربی شعر ونثر کے اجتماعات ہوتے تھے۔ تمام علماء وادبائے عرب سے مراسلت تھی۔ کبھی کبھی کلکتے بھی جاتے تھے، جہاں علمی صحبتیں ہوتی تھیں۔ سید محمد مہدی ادیبؔ کی تصانیف وتالیفات میں ''الکواکب الدرّیۃ'' عربی نظم ونثر کا نفیس مجموعہ لکھنؤ سے طبع ہوا ہے۔ ''الفریدۃ فی شرح قصیدہ العربیہ'' عربی لُغت وادب کا ذخیرہ مطبوعہ موجود ہے۔ مراثی وقصائد

نسیب و خطوط کا خاصہ ذخیرہ کُتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں محفوظ ہے۔

سیّد محمد مہدی ادیبؔ کے شاگردوں میں خطیبِ اعظم سیّد سبطِ حسن اعلیٰ اللہ مقامہٗ مولوی محمد ہارون صاحب، مولوی عالم حسین صاحب، مولوی نظر حسن صاحب بھیک پوری، مولوی محمد عوض صاحب، شہزادہ مرزا جہاں قدر، مولانا شبیر حسن، مولانا پیارے مرزا ابنِ حکیم عباس مرزا صاحب ابن حکیم وزیر مرزا صاحب لکھنوی کو ہندوستان میں خاص شہرت حاصل ہوئی۔ مولانا آغا مہدی لکھنوؔ ''تاریخِ لکھنوؔ'' میں لکھتے ہیں:-

''مولانا سیّد مہدی ادیبؔ کا مکان حیدر گنج لکھنؤ میں مرکزِ علم و ادب تھا جہاں فنونِ مشرقیہ کے ماہر، عربی اور فارسی کے ادبا جمع ہو کر طبع آزمائی کرتے تھے۔ صاحبِ خانہ مصطفےٰ آباد ضلع رائے بریلی کے رہنے والے تھے۔ لکھنؤ کی تعلیم و تربیت نے اُن کو صاحبِ کمال بنا دیا تھا اس مجلسِ علمیہ میں جس کا نام ''بہجتہ الادب'' تھا زیادہ تر مفتی میری محمد عباس صاحب کے شاگرد جمع ہوتے تھے۔ ''تذکرۂ بے بہا'' میں کہیں کہیں ان علمی صحبتوں کا ذکر ہے۔ جناب نجم الملّت، مولانا سیّد ہارون صاحب، حافظ فرمان علی صاحب کی طالبِ علمی اور وہ آغاز جو عصرِ حاضر کے حد انجام کو پہنچنے والوں کو نصیب نہیں ان پھولوں کا چمن اور مظاہرۂ کمالات کا مرکز یہی تھا۔ صاحبانِ ثروت بھی جمع ہوتے تھے اور طالب علموں میں بہت ہی مُفلس بھی ہوتے ہیں وہ اپنی نظرِ انتخاب سے جانچ کر کسی سے کہتے تھے کہ فلاں کتاب میں فلاں بحث آپ گھر جا کر دیکھ ڈالیں میں کتاب ساتھ کئے دیتا ہوں، اُس موضوع کی کتاب کھولنے پر روپے کے نوٹ نکلتے تھے۔ گیارہ گیارہ بجے رات تک یہ صحبت گرم رہتی تھی اور علمی اور ادبی مسئلے حل ہوتے تھے۔'' ''کواکب درّیہ''

اس زمانہ کی عربی خط و کتابت پر ایک ٹھوس کتاب ہے۔ مولانا سیّد محمد مہدی ادیبؔ کا انتقال مصطفےٰ آباد اپنے وطن میں ۲۷ رصفر ۱۳۱۷ھ میں ہوا، شعرائے جاہلیت کے کئی ہزار شعر اُن کو یاد تھے" (تاریخِ لکھنؤ)

مولانا سیّد محمد مہدی کی پہلی شادی لکھنؤ کے محلّہ اشرف آباد کے ایک معزّز سادات خاندان میں ہوئی تھی۔ یہ خاندان منڈوا سادات میں سے تھا اور عرصے سے لکھنؤ میں آباد تھا۔ حکیموں اور عالموں کا خاندان تھا۔

آپ کی زوجہ کا نام سردار بیگم تھا۔ اُن سے آپ کے یہاں ایک فرزند سیّد محمد آغا اور ایک صاحبزادی سکینہ بیگم عُرف چھندن بی بی کی ولادت ہوئی۔ آپ کی زوجہ سردار بیگم کا شجرۂ نسب کتاب "یادِ رفتگاں" میں موجود ہے:-

سیّد محمد مہدی ادیبؔ نے دوسری شادی فردوس مآب مولانا سیّد حامد حسین صاحب "عبقات الانوار" کی دُختر کلثوم بیگم سے کی تھی اس طرح آپ مولانا ناصر الملّت سیّد ناصر حسین اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے برادرِ نسبتی تھے لیکن ان خاتون سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سیّد محمد مہدی ادیبؔ نے ۴۹ برس کی عمر میں بروز جمعہ ۲۷ رصفر ۱۳۱۷ھ (۱۸۹۹ء) میں بمقام مصطفےٰ آباد انتقال کیا۔ اپنے آبائی قبرستان میں محوِ خواب ہیں۔ مولانا سیّد سبطِ حسن اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے تاریخ وفات کہی جو اُن کی قبر پر سنگِ مرمر کی تختی پر کندہ ہے۔ آپ کی قبر آپ کے بڑے بھائی مولوی سیّد مظہر حسن کی قبر سے ملحق ہے۔ خطیبِ اعظم مولانا سبطِ حسن فرماتے ہیں۔

بہ لوحِ مزارش رقم کرد فاطر
نہاں گشتہ زیرِ زمیں آسمانے
(۱۳۱۷ھ)

سیّد محمد شاکر نقوی امروہوی (لکھنؤ بھارت)

''استاذ العلماء سیّد محمد مہدی ادیبؒ''

رکن الجہاد عمدۃ العظام قدوۃ العلما الاعلام ادیب الادباء اکمل اکملاء الشرحب الارحیب، مولانا المولوی السید محمد مہدی ادیب طاب ثراہ۔

سچ ہے دل سے دل کو راہ ہوتی ہے کیا خبر تھی کہ جن کی شخصیت کی عظمت غیر محسوس طریقہ سے دل میں پنہاں ہے اس سے اس درجہ عرفانی قربت ہو جائے گی۔ ۱۹۴۵ء سے قبل کی بات ہے جب مدرسۂ ناظمیہ نہیں آیا تھا سرکار ادیب صاحب کا ذکر استعجابی کیفیت کے ساتھ سنا یعنی جو عربی قصیدہ خوانی آپ کے دولت کدہ پر آپ کی صدارت میں ہوا کرتی تھی اس کا ذکر آیا۔ بات دراصل سرکار نجم الملّت طاب ثراہ کے مرتبۂ علمی پر ہو رہی تھی کہ نجم الملّت کے شاگرد اس عربی بزم ادب میں عربی قصیدے لکھ کر داد و تحسین حاصل کرتے تھے۔ ناقص ذہن نے اپنی عمر کی مناسبت سے ایک اجمالی عظمت کا احساس کیا یعنی وہ جو صدر مشاعرہ ہوگا رفیع المنزلت ہوگا اور کتنا بڑا عربی داں ہوگا۔ اس کے بعد جب مدرسۂ ناظمیہ میں داخلہ ہوا تو مدرسہ کے اصل نام معلوم ہونے کی جب نوبت آئی تو یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ نام یعنی ''مشارع الشرائع'' تاریخی نام ہے اور یہ سرکار مولانا سیّد محمد مہدی صاحب ادیبؒ ہی نے ترتیب دیا ہے اس کے بعد پھر

جب جامعہ ناظمیہ کی سالانہ روئداد دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ہر سال ایک ایک دو دو قصائد عربی، فارسی، روئداد میں دیکھے، اس وقت اشعار سمجھ میں تو کیا آئے مگر اتنا سمجھ میں آگیا کہ عربی فارسی قصائد کی بات حق نکلی اسی دوران تاریخ واسطیہ امروہہ میں سرکار نجم العلماء طاب ثراہ کے ذیل میں سرکار مولانا محمد مہدی صاحب طاب ثراہ کا تذکرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا لکھتے ہیں:

"چنانچہ شہر لکھنؤ میں ایک جلسہ مشہورۂ قصائد میں جناب رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آئمہ معصومین کا باجماع علماء دین مولوی محمد مہدی صاحب داماد مولوی حامد حسین صاحب کے مکان پر پندرہ روزہ منعقد ہوتا ہے ان کے قصیدے کی کیا بلکہ ان کے تلامذہ کی مجمع علماء میں دھوم ہو جاتی ہے اور زبان فصاحت بیان علماء سے شور تحسین بلند ہوتا ہے۔" (تاریخ واسطیہ امروہہ۔ ص ۲۵۶)

میں جب اس سلسلۂ عقیدت کی کڑیوں کو ملاتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ میرے سامنے اور ہستیاں بھی اُبھر کر آسکتی تھیں اور میری توجہ کسی اور نام سے بھی وابستہ ہو سکتی تھی۔ یہ آخر قدم بقدم نزدیکی اور زینہ بزینہ قربت کے اسباب کیوں فراہم ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ جناب سید محمد حسن صاحب مرحوم ہمارے مدرسہ کی مجلس منتظمہ کے ممبر اور پھر منیجر ہو گئے ظاہر ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ موصوف سرکار ادیبؔ صاحب کے پوتے ہیں تو ربط خاطر میں تنوع تھری تھا۔ اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھا ویسے ویسے قلبی تاثرات نے اُنس کو پُرخلوص بنا دیا، حسن صاحب کی عنایات بڑھتی ہی چلی گئیں تاآنکہ اپنے دولت کدہ سے تقریباً متصل ایک کرایہ کا مکان مجھے دلوا دیا اب شب و روز کوٹھی کے سامنے نشست ہوتی اور سرکار محمد مہدی صاحب طاب ثراہ کی جلالت علمی سے متعلق بسلسلہ سید سبط

حسن صاحب مرحوم کے واقعات سننے کو ملتے رہے اسی دوران خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ کا مصرعہ سننے کو ملا۔

"نہاں گشتہ زیرِ زمیں آسمانے"

یہ مصرعہ کیا ہے پوری زندگی مصرعہ میں سمیٹ کر رکھ دی گئی ہے خود محسوس ہوتا ہے کہ سرکار خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن صاحب کے دل و دماغ پر سرکار محمد مہدی صاحب ادیب آسمان بن کر چھائے ہوئے تھے اور اب وہ آسمان زمین میں چھپ گیا ہے بے اختیار پوری نظم دیکھنے کے لئے طبیعت بے چین ہوتی گئی۔ حسن صاحب مرحوم نے بتایا کہ پوری نظم قبر شریف پر کندہ ہے بس میں اس کو جذب صادق کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ دو ایک ہی دن میں مجھے حسن صاحب مرحوم کی ہمراہی میں مصطفےٰ آباد جانے کا اتفاق ہو گیا اور قبرستان پہنچ کر میں نے خطیب اعظم طاب ثراہ کے تاثرات عقیدت کا نظارہ کیا اور اپنے اندازے سے بڑھ کر اخلاص تمام کا نمونہ اشعار کو پایا خود آپ بھی تصدیق فرمانے پر اپنے کو مجبور پائیں گے۔ ملاحظہ ہو

صد افسوس رفت از جہاں آنکہ بودہ
وجودش زشر اعادی امانے

صد حیف کہ اس جہان سے وہ چلا گیا جس کا وجود دشمنوں کے شر امان میں رکھنے والا تھا۔

بہ آمادہ بہ نصرتِ دین و ملت
چو تیرے کہ سر در نہد بر کمانے

وہ ذات نصرت دین کے لئے ایسی آمادہ رہتی تھی جیسے کہ تیر جو کہ کمان پر اپنا

سر رکھ دیتا ہے۔

بخوانِ کرم رحمتش بردواد را
عجب میزبانے عجب مہمانے

اس کے پہلے مصرع کے کئی پہلو نکلتے ہیں چونکہ یہ بات عام طور سے سبھی کو معلوم تھی کہ سرکار ممدوح کا دسترخوان مہمانوں سے کبھی خالی نہیں دیکھا گیا لہٰذا ہوسکتا ہے کہ یہ مطلب لیا گیا ہو کہ چونکہ طبیعت میں رحم بہت تھا اس لئے یہ رحم خوان کرم تک لے گیا یعنی نتیجہ میں آپ کا دسترخوان مہمانوں کے لئے وقف ہوگیا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی رحم دلی ان کو اصل خوان کرم تک لے گئی بارگاہ احدیت تک پہنچادیا چونکہ عجیب وغریب میزبان تھا اور عجیب وغریب مہمان تھا۔

بہ بحر جہاں زورقِ علم و حکمت
بباید کجا ہم چو تو بادبانے

اس جہاں کے سمندر میں علم وحکمت کا یہ سفینہ بھلا اب آپ جیسا بادبان کہاں سے پاسکتا ہے۔

پس از تو نہ بینم کسے راکہ گوید
تو اں یافت علم و ادب را نشانے

آپ کے بعد اب میں کسی کو بھی نہیں دیکھتا کہ وہ کہہ سکے کہ علم وادب کا نشان ڈھونڈوں تو مل سکتا ہے۔

بہ لوحِ مزارش رقم کردہ فاطرؔ
بہاں گشتہ زیرِ زمیں آسمانے

آخران کی لوح مزار پر فاطر نے یہ لکھ دیا کہ زمین کے نیچے آسمان چھپ گیا، ضرورت تو تھی کہ ہر ہر شعر کی پوری پوری عکاسی کی جاتی لیکن اس مختصر ترجمانی میں ممکن نہیں البتہ ان اشعار کی جھولی میں اپنے استاد کی جلالت کو اچھی طرح جذب کر دیا ہے صاحب نجوم السماء نے خطیب اعظم کی اس نظم لحد کے ساتھ ایک غمگینہ فرمایا ہے۔

وحید العصر محمود الشمائل فرید الدھر بے مانند و امثال
ظہیر شرع و ملت ناصر دیں کمال ایں ز عطش یافت اکمال
بر قصر رفیع رتبۂ او بہائے فکر ہم ریز و بر دیال
تعجب نیست گر بعدش ز ماتم شود کوکب بہ گردوں صورت خال

شعر میں جب مدح کسی دنیاوی صلہ سے وابستہ ہو تو مبالغہ محسوس ہونے لگتا ہے لیکن جب کوئی عظیم شخصیت اپنے وقت کی مانی ہوئی منفرد ہستی شعر و ادب کی دنیا میں یکتائے وقت اگر اپنے استاد کے لئے حقیقت پر محمول خراج عقیدت پیش کرتی ہے تو اس کا فرمایا ہوا واقعیت کا صحیح ترجمان ہوتا ہے بہر حال خطیب اعظم علامہ سبط حسن صاحب کے ان اشعار سے ہر صاحب فکر محظوظ ہوگا اور اندازہ لگا لے گا کہ سرکار محمد مہدی صاحب ادیبؔ طاب ثراہ کس قدر بلند ہستی تھے۔ چونکہ مجھ جیسا کم سواد و بے مایہ و بے بضاعت جسارت خیال کرتا ہے کہ آسماں جناب کی شان میں کوئی توصیفی جملہ لکھے اس لئے نجوم السماء کی عبارت پر اکتفا انسب ہے۔ چنانچہ ۱۹۹ ــ پر تحریر فرماتے ہیں۔

''مولینا سید محمد مہدی الملقب بادیب ابن نوروز علی المصطفیٰ آبادی و عالم و فاضل جلیل ادیب عدیم المثیل شاعر بلا عدیل فرید دوراں وحید زماں بود۔ اوائل تحصیل علوم از مولوی فضل اللہ فرنگی محلی کہ از فضلائے اہل سنت والجماعت بود

فرمودند بعد و بخدمت اسوۃ العلما قدوۃ الادبا سند الفضلا جناب المفتی سید محمد عباس الشوستری طاب ثراہ فرمودند بورہ مصاہرت جناب سلطان المتکلمین آیۃ اللہ فی العالمین جناب سید حامد حسین طاب مصجعہ مشرف شدند و بخدمت شان تکمیل علوم شتیٰ و فنون مختلفہ فرمودند و بالخصوص در علم ادب و مہارت بلسان عرب فرد یگانہ روزگار و واحد اعصار و ادوار گردیدند۔ در آخر عمر یک مجلس موسوم بہجۃ الادب وبہجۃ الارب بنا فرمودند کہ در ہر ماہ منعقد می شود و ہمہ علماء کرام و فضلائے عظام تشریف میا آوردند و تلامذہ آنجناب با دیگر فضلائے قصائد غرّاء در مدح آئمہ معصومین انشاء میکردند و در مجلس مذکور میخواندند و اکثر طلاب بفیض برکت او در علم و ادب مہارت قائم و خط وافر بردہ استند راقم الحروف ہم بخدمت شریفتین چند استفادہ نمودہ و قاشد در مصطفےٰ آباد کہ وطن آنجناب بودہ در ست و ہفتم ماہ صفر المظفر در ۱۳۱۷ھ یکبہزاروسہ صدو ہندہ اتفاق اُستاد مصنفات المرحوم فریدہ فی الشرح القصیدہ "کواکبِ دُرّیہ" دیوان عربی کہ در آں قصائد آئمہ معصومین علیہ السلام یادگار ماندہ است۔ مگر افسوس کہ جناب مرحوم را قضا مہلت نداد کہ جمع و ترتیب کردہ باشد۔"

ترجمہ عبارت (نجوم السماء):

مولانا سید محمد مہدی صاحب ابن نوروز علی صاحب مصطفےٰ آبادی جن کا لقب ادیبؔ تھا وہ انتہائی ذہین و عقلمند عالم اور جلیل القدر فاضل تھے مفقود المثال ادیب تھے اور بلا ہمسر شاعر تھے اپنے دور کے فرد فرید اور اپنے زمانے کے واحد و یکتا تھے۔ ابتدائی تعلیم مولوی فضل اللہ صاحب فرنگی محلی سے جو کہ اہلِ سنت والجماعت کے افاضل میں سے تھے حاصل کی اور اس کے بعد علماء کے پیشواو

رہنما ادیبوں کے قائد افاضل کے پشت و پناہ جناب مفتی سید محمد عباس الشوستری طاب ثراہ سے فیض حاصل کیا ہے اس کے بعد جناب سلطان المتکلمین آیۃ اللہ فی العالمین جناب السید حامد حسین صاحب طاب ثراہ کی دامادی سے مشرف ہو گئے اور ان کی خدمت میں بھی مختلف علوم وفنون حاصل کئے۔ خصوصاً علم ادب اور عرب کی زبان میں مہارت کے لحاظ سے اپنے عہد کے لئے منفرد روزگار اور اپنے دور کے وحید عصر کہ یکتا ہو گئے آپ نے اپنے آخر عمر میں ایک بزم ادب کی بہجت الادب و مہجۃ الارب کے نام سے بنا ڈالی جو ہر مہینے منعقد ہوتی تھی اور اس میں تمام علماء کرام اور فضلائے عظام شرکت فرماتے تھے اور جناب مرحوم کے شاگرد دوسرے افاضل کے ساتھ بڑے آبدار قصائد نظم کر کے اس بزم ادب میں پڑھتے تھے چنانچہ کثیر تعداد میں طلاب کرام نے اس برکت سے علم و ادب میں مہارت حاصل کر لی۔ چنانچہ راقم الحروف (صاحب نجوم السماء) نے بھی جناب مرحوم کی خدمت میں کچھ عرصے استفادہ کیا۔ آپ کی وفات اپنے وطن مصطفےٰ آباد میں بتاریخ ۲۷، صفر المظفر ۱۳۱۷ھ میں ہوئی آپ کی تصنیفات میں ایک ''کتاب فریدہ شرح قصیدہ'' اور دوسری ''کواکب دُرّیہ'' اور ایک عربی اشعار کا دیوان جس میں قصائد آئمہ معصومین علیہ السلام ہیں یادگار ہے افسوس کہ موت نے آپ کو اتنی مہلت نہ دی کہ اپنے ذخیرہ کو ترتیب دیتے۔'' اس عبارت کے بعد صاحب نجوم السماء خطیب اعظم علامہ سبط حسن صاحب کے منظوم تاثرات فارسی میں درج کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد خود سرکار ادیب طاب ثراہ کا عربی قصیدہ نقل فرمایا جس میں مطلع اول اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے اور مطلع ثانی میں ۲۸ عربی اشعار ہیں۔

مطلع اولیٰ ہے کہ:

ماذا تقول لمظنی غاب عن بصرٍ
لم یبق عن عینیه شئ سوئ اثر

دوسرا مطلع ہے:

یومی و لیلی من طولٍ و من قصرٍ
کالعین من صفر واشخر من کبر

ترجمہ مطلع اولیٰ: تمہارا کیا خیال ہے میرے محبوب کے سلسلے میں جو کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ہو اور اس نے آنکھوں میں سوائے اثر کے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

ترجمہ مطلع ۲: میرا دن اور میری رات لمبائی میں چھوٹے ہوتے ہیں۔ چھوٹے ہونے میں بالکل آنکھ کی طرح اور بڑے ہونے میں وہ پہاڑ کی طرح ہیں۔

سرکار خطیب اعظم نے حق فرمایا کہ ایک آسمان زمین میں چھپ گیا کیونکہ اس آسمان کے چھپتے ہی نجانے کتنے چاند چھپ گئے کتنے سورج غروب ہو گئے اور نہ معلوم کتنے ستارے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اب بزم تو کیا ادب ہی رخصت ہو گیا علم کا چراغاں کیسا علم کی شمعیں ختم ہو گئیں جس طرف نظر ڈالئے سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے عربی و فارسی کا ذکر کیا اردو ادب کا جنازہ نکل چکا۔

لائق صد مبارکباد ہیں عزیز گرامی القدر جناب مولوی سید محمد حسن صاحب کے فرزند ارجمند عزیزی سید سیدین صاحب سلمہٗ جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو نئی زندگی عطا کرنے کا تہیہ کیا ہے اور اس لئے برابر ادبی دنیا میں اپنی کاوشات پیش

فرماتے رہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''داستانِ حرم'' بھی انہی کاوشات کی ایک کڑی ہے۔ میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ہی مجھے ''نجوم السماء و تذکرۂ بے بہا و مطلع انوار اور تاریخ لکھنؤ'' فراہم کی۔ جی چاہتا ہے کہ نجوم السماء کی طرح دیگر کتب کا اقتباس پیش کر دوں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ادیب صاحب طاب ثراہ کے متعلق علمی حلقے میں کس طرح کے تاثرات تھے چنانچہ صاحب تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلماء تحریر فرماتے ہیں۔

''پندرہ سال کی عمر میں اپنے وطن سے لکھنؤ بغرض تحصیل علم تشریف لائے اور محلہ حیدر گنج میں سکونت کر لی اور معقولات میں مولوی کمال الدین صاحب موہانی اور مولوی فضل اللہ صاحب سابق مدرس کیننگ کالج (موجودہ لکھنؤ یونیورسٹی) اور ادب میں جناب مفتی صاحب قبلہ سے تلمذ رہا ادیب مشہور تھے اور ادب ہی زیادہ پڑھاتے تھے۔ مولوی سبطِ حسین صاحب اور مولوی محمد ہارون صاحب اور مولوی سبط حسن صاحب اور مولوی عالم حسین صاحب اور مولوی نظر حسن صاحب بھیکپوری اور مولوی محمد عوض صاحب وغیرہ آپ کے بہت شاگرد تھے اور شہزادہ مرزا جہاں قدر بہادر زادہ واجد علی شاہ مرحوم سلطان اودھ کے بھتیجے اور داماد بھی آپ کے شاگرد تھے اور اکثر آپ کو نہایت قدر و منزلت کے ساتھ کلکتے بلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انسپکٹر جنرل مدارس ہندوستان سے آپ کی ملاقات ہوئی انسپکٹر صاحب بھی عربی سے خوب واقف تھے انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مولٰینا میں آپ کا امتحان لوں گا آپ نے فرمایا یہ کیا موقع ہے بلکہ خلاف اخلاق و تہذیب ہے مگر انسپکٹر صاحب نے اصرار کیا اور دیوان حماسہ کا ایک شعر پڑھا اور کہا اگلا شعر آپ پڑھئے آپ نے تمام قصیدہ حفظ سنا دیا پھر اور قصیدہ کی

تاریخ انسپکٹر صاحب نے دریافت کی آپ نے سارا تاریخی واقعہ اور سبب تصنیف بیان فرما دیا۔ انسپکٹر صاحب نے کہا کہ آپ اول درجہ کے پاس ہیں آپ نے فرمایا کہ اب میں پوچھوں تو صاحب بہادر نے کہا کہ ہمارا فیل ہونا تعجب نہیں کہ ہماری زبان عربی نہیں لیکن پھر بھی ایک شعر کی ترکیب پوچھی تو صاحب بہادر بغلیں جھانکنے لگے۔ آپ کو یہ شرف بھی تھا کہ آپ جناب فردوس مآب علیہ الرحمۃ کے داماد تھے اور زمینداری کافی تھی آپ کی وضع عالمانہ نہ تھی بلکہ رئیسانہ وضع تھی مگر دیانت تقدس و شرافت آپ کی نورانی صورت سے ٹپکتی تھی نحیف عاصی نے بھی اپنے زمانہ طالب علمی میں اکثر آپ کی زیارت کی تھی۔" (۵۶ تذکرہ بے بہا)

خاندان اجتہاد کی معروف و مشہور ہستی زبدۃ العلماء سید آغا مہدی صاحب قبلہ مرحوم اپنی کتاب "تاریخ لکھنؤ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مولوی محمد مہدی صاحب ادیب، حیدر گنج کا مرکز علم و ادب آپ کا گھر تھا جہاں فنونِ شرقیہ کے ماہر عربی و فارسی کے ادبا جمع ہو کر طبع آزمائی کرتے تھے۔ صاحب خانہ مصطفےٰ آباد ضلع رائے بریلی کے رہنے والے تھے۔ لکھنؤ کی تعلیم و تربیت نے ان کو صاحب کمال بنا دیا تھا۔" لکھتے ہیں۔

اس مجلس علمیہ میں جس کا نام بہجۃ الادب تھا۔ زیادہ تر مفتی میر عباس صاحب کے شاگرد جمع ہوتے تھے تذکرہ بے بہا میں کہیں کہیں ان علمی صحبتوں کا ذکر ہے۔

جناب نجم الملۃ مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد۔ جناب خطیب اعظم مولٰینا سبط حسن صاحب اور ان کے ہمعصر طلباء۔ مولانا سیّد محمد داؤد صاحب، مولانا سیّد محمد ہارون صاحب، حافظ فرمان علی صاحب کی طالب علمی اور وہ آغاز جو عصر حاضر کے حد انجام کو پہنچنے والوں کو نصیب نہیں ان پھولوں کا چمن اور مظاہرۂ کمالات کا

سنٹر یہی تھا صاحبان ثروت بھی جمع ہوتے تھے اور طالب علموں میں بہت ہی مفلس بھی ہوتے تھے۔ وہ اپنی نظر انتخاب سے جانچ کر کسی سے کہتے تھے کہ فلاں کتاب میں فلاں صفحہ آپ کے گھر جا کر دیکھ ڈالیں۔ میں کتاب ساتھ کئے دیتا ہوں۔ اس صفحہ کے کھولنے پر روپے کے نوٹ نکلتے۔ گیارہ گیارہ بجے رات تک یہ صحبت گرم رہتی تھی اور علمی ادبی مسئلے حل ہوتے تھے۔" (تاریخ لکھنؤ ۱۷۲)

"مطلع انوار" میں جناب علامہ مرتضیٰ حسین صاحب فاضل نے سرکار ممدوح کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جو نجوم السماء اور تذکرہ بے بہا نیز تاریخ لکھنؤ کا خلاصہ ہے۔

خوشا نصیب ان افراد کا جنہوں نے سرکار موصوف سے فیض علمی حاصل کیا اور خوشا نصیب ناچیز کا کہ مجھے علمی فضل بلا واسطہ نہ سہی بالواسطہ بہر حال کچھ کچھ حاصل ہوا اور باعث فخر یہ کہ بطور تبرک تین چیزیں عزیز گرامی قدر جناب حسن صاحب مرحوم کے وسیلے سے حاصل ہوئیں ایک استنبول کے چھاپے کا چھوٹے سائز کا قرآن ملا جس پر جناب ممدوح کا حاشیہ تحریر ہے، دوسری چیز ایک جیبی دھوپ گھڑی ہے جو یقیناً ایک قدیم یادگار ہے اور تیسری چیز حقہ کی منھ نالی ہے جو یشب کو تراش کر بنائی گئی ہے میں ان نادر چیزوں پر جس قدر بھی فخر کروں کم ہے۔

یہ مضمون مرکز علوم اسلامیہ نے سہ ماہی "القلم" کراچی کے شمارہ بتاریخ ستمبر ۱۹۹۹ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بالکواکب الدُّرّیّہ

اے خدا ہم تیری حمد بجالاتے ہیں جو مرجان کی تسبیح سے زیادہ درخشاں اور خالص سونے کے ہار سے بھی زیادہ خالص، شہرہ آفاق مثالوں سے زیادہ مشہور، چرخ فلک سے زیادہ مضبوط اور نسیم صبح سے زیادہ تازہ اور مسحور کن ہے۔ تیرے نبیؐ جنھیں سیادت اور ہدایت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے پر صلوات اور سلام جنہوں نے (تدبیر امور) سیادت کی ادراک کی تربیت میں منجھے ہوئے آلِ محمدؐ پر بھی جن کی مدحت خدا کی کتاب میں ہے۔ وہ لوگ جو رحمان کی امانت کے مالک ہیں، صاحبانِ فضل وکمال اور گتھیاں سلجھانے اور مطالب کی وضاحت کے لیے مختص کیے گئے ہیں عرب وعجم کے سردار، جن سے دشمنی اور عداوت تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہو۔ جن کے بارے میں آیہ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ مدح سرائی کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہو، ان پر شہد سے زیادہ شیریں اور زر و سیم اور جواہرات سے مزین ومرصع درود وسلام ہو۔

امابعد یہ درخشاں ستارے اور چمکدار چاند اور درخشندہ موتی اور اعلیٰ جواہرات دوست اور احباب کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہوں ہر باب اور منزل پر اللہ

تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔

۱۔ تقریظ (حکیم شفاء الدولہ کی کتاب کے لئے):

حمد و ثنا مخصوص ہے خدا کے لیے جس نے انسان کو خلق کیا اور اپنے لطف کمال اور احسان جزیل سے انسان کو انواع حیوانات میں ممتاز قرار دیا، وہی ذات جو جنت میں پہنچائے اور رحمتوں کے سمندر و رضوان کی طرف رہنمائی فرمائے۔ انسان کو بیانِ فصیح اور کلامِ بلیغ کی تعلیم فرمائی۔ اسے علمِ ادیان کے حصول کے لیے رہنمائی فرمائی۔ وہ علم جو ہمیں جنت تک لے جائے اور رضوان کی طرف قیادت عطا کرے اور علم الابدان جو دکھ تکلیف کا موجب بننے والی طرح طرح کی بیماریوں کو دور بھگائے۔ وہ ذات جو پاک و پاکیزہ ہے اور اس کی شان و مقام اجل و ارفع ہے جو اس (انسان) کو صورت عطا کر دی، خدوخال عنایت کئے اور طاقت سے نوازا ہے، ہڈیاں اور گوشت، اعضا اور جوارح، مخفی اعضا اور جوڑ معدے اور انتڑیاں ان سب کو اس ذاتِ بابرکت نے رحم کے تاریک پردوں سے تخلیق فرمایا یہاں تک کہ صاحبانِ عقل اور بردبار لوگوں کے لیے باعثِ حیرت ہیں۔

اسے رضاعت کے اسباب فراہم کر کے دودھ سے سیراب کیا۔ پیدا ہوتے ہی رزق جاری فرمایا، اسے سر عنایت کیا آنکھوں میں روشنی، سننے والے کان، بولتی زبان، راحت سے سانس لینا، مرتب پسلیاں، کھلا سینہ اور اعلیٰ ہاتھ اور بازو عنایت فرمائے جو حسب منشا ہر جگہ رسائی حاصل کریں دلوں کو شریانوں سے خوراک مہیا فرمائی جو تازے اور بیکار، کھٹے اور میٹھے میں فرق کرے، وہی ہے جس نے مختلف آمیزش اور متضاد اشیاء، مائع اور جامد، گرم اور ٹھنڈے ایستادہ و

متحرک، صاف اور خراب، تیرنے اور ڈوبنے ولی اشیا کو یکجا کیا کسی میں ان کی تعداد گننے کی طاقت اور فرصت نہیں اور سخنوروں کی زبانیں اس کے بیان سے عاجز ہیں۔ فتبارك الله احسن الخالقين والحمد لله رب العالمين۔ صلوات اور سلام ہو اس کے رسولؐ پر جو ہر عارضے کا علاج اور بیماری کی دعا ہے۔ احکام سے آراستہ، خالق کے حبیبؐ، جو حلال اور حرام بیان کریں اور اوہام وشکوک کو مٹائیں، تو ہمات اور مشتبہ خیالات اور امور کا ازالہ کریں۔ آپؐ تمام محاسن واوصاف کے مالک ہیں۔

اما بعد عقل طب علم وادب کے رفیق وحلیف، حاذق اطباء کے اسوہ اور قابلِ تقلید مثال، پاکیزوں اور طاہروں میں پاکیزہ وطاہر، عیب وشوائب سے پاک صاحبان کرم کی اولاد، متواضع وزم پہلو رکھنے والے اقوام وعشایر میں سرکردہ، بلند ہمت والے، خصال جمیلہ کے مالک صاحب جاہ وحشم، عظمت بلندی، فضائل اخلاقیات کے مالک، آسمانی علوم کے ستاروں میں خورشید کی مانند صاحب عزت ومراتب عالیہ حسب ونسب میں پاکیزہ سلسلے کے وارث، برگزیدہ حکماء کے سردار اور عظیم حکمائے سلف کے صادق ترجمان جن کا فیثا غورث، ارسطا طالیس، افلاطون وسولوں، طالیس اور بیرحون، بیثا قوش اور افراطیس بقراط زمانہ بھی ہم پلہ ویار انہیں، ستراط زمان، براعت وصناعت کا قرین اپنے زمانے کا بے ہمتا، فہم وفراست اور کیاست میں اعلیٰ وارفع مقام کے مالک سید افضل علی خان ملقب بہ شفاء الدولۃ، خدا کے مخصوص اکرام اور احسان ہیں آپ پر، خدا آپ کو اپنی حراست اور حفاظت میں محفوظ رکھے اور آپ کی تمام تر آرزوئیں پوری فرمائے۔ جب بعض صاحبانِ تجربہ احباب نے جدید تجربات کے ساتھ حکماء یونان کے آثار

کے ہر قرطاس اور قدیم کتب کی طرف توجہ مبذول کرتے ہوئے فرنگیوں کے علم کو خیر باد کہا گرچہ بعض بیماریوں میں زیادہ فائدہ مند ہیں اور صبر وتحمل کے ساتھ گزشتہ حکماء کے مقالات جمع کرنے کی انتھک خواہش ان کے آثار بچانے اور ان کی لغزش وکوتاہیوں کو نکالنے اور ان کے ایجاد کردہ فساد اور انحراف کو دور کرنے، ان کے زندہ آثار کو محفوظ اور زندہ رکھنے مردہ اقدار کو پس پشت ڈالنے کی کوششیں ہیں۔ یہ طبقے اپنی گمشدہ میراث کی تجدید کرتے ہیں۔ گرم وٹھنڈے معارف کی تقدیر کرتے ہیں۔ اپنی تجارت کو ظاہر اور ناپید ورثہ کو زندہ کر کے اس پر عمل کرنے کو اپنا شعار بنالیا۔ ان کی حقیقتوں کی حمایت کرتے ہوئے اپنے پاس موجود حقیقتوں کو تیز تلوار کی مانند نیام سے باہر نکال کر عام کیا۔ یہاں تک کہ انگلستان والے ان سے مقابلے پر اتر آئے اور ان کی تحقیقات کے نتیجے میں کتابوں کا ذخیرہ لگا دیا اور باریک مطالب پر ظلمت کے پردے ہٹا دیئے۔ اس طرح اس فن وعلم سے پردے ہٹنا شروع ہو گئے۔ اس کی گہرائیوں میں جانے لگے۔ اس کے بحار میں غوطہ لگانے لگے۔ اس کے پھل اور ثمرات چن چن کر جمع کرنے لگے۔

اور جب تمام جوانب سے علوم کے اسرار و رموز یکجا کر لئے گئے اور طب یونان کے معالم وآثار کو جمع کرلیا گیا تو وہ مجموعہ علوم ایک نادر نمونہ اختیار کر گیا جسے "الافادات الکاینیة" کے نام سے شناخت کیا گیا۔

وہ کتاب جس کی قیمت خالص سونے سے زیادہ قیمتی اور موتی سے زیادہ اعلیٰ اور مشک وعبیر سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس جیسی کوئی کتاب لکھی گئی نہ دیکھی گئی اور اس کی کوئی مثال ونظیر نہیں ملتی۔ اس میں تمام بیماریاں درج اور ان تمام

دواؤں کے نام تجویز کیے گئے ہیں۔ بیماریوں کا عمدہ علاج پیش کیا گیا ہے اور اس کے مخالفین پر نقد ونظر پیش کی گئی ہیں۔ آپس میں موجود تضادات اور مخالفتوں میں نرمی پیدا کر دی گئی ہے۔ باطن کو رد کیا اور حق کو اپنا لیا گیا ہے۔ مشکلات کا ازالہ کیا اور زندہ امور کا احیاء کیا گیا ہے۔ مرحم اور ورم میں فرق ظاہر کیا گیا ہے۔

رشد طبابت کا راستہ کھول دیا گیا اور اس علم کی ضوفشانی میں مزید اضافہ کیا ہر بیماری کی شفا تجویز کی اور ان کی تمام باریکیاں روشن کر دیں یہاں تک کہ قلم اس کی مدحت وتعریف میں رطب اللسان ہیں، اس کے سقم کو ختم کر دیا گیا ہے۔

۲۔ سچے دوست طبیبِ حاذق ہر عیب سے مبرّیٰ اور پاک، سید حیدر حسین ''محروس ربّ المشرقین'' (یعنی اللہ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے) کے نام وہ خط جسے میں نے تحریر کیا تھا

امابعد جب میں اس سواری پر بیٹھا جسے حال ہی میں لایا گیا تھا تو اسے راحت سے عاری پایا۔ جاگنے اور سونے کے قابل نہ تھا۔ تب اس کی خدمت پر مامور لوگوں سے اس بات کی شکایت کی جو پست طبقے سے وابستہ تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا ہم جلدی میں اسے لائے تھے ذرا ٹھہریئے جب اس کے مالک کی قیام گاہ حضرت گنج پہنچیں گے آپ کے حکم کے مطابق اسے تبدیل کریں گے۔ میں نے اُمید کے ساتھ سکوت اختیار کیا، اس دوران میں رنجیدہ تھا اور تکلیف کا احساس کر رہا تھا کہ دوسری افتاد آن پڑی اور دوسرا گھوڑا سر کے بل گر پڑا، کمزوری اور نقاہت اس حد تک زیادہ تھی کہ اپنا منہ زمین کے بل رکھا، خدمت

پر مامور افراد نے اسے ہوش میں لانے اور بے جان جسم میں رمق ڈالنے کے لیے کمر کس لی۔

کسی نے اس کے سر کو اُٹھانے کی کوشش کی اور کسی نے دُم کو پکڑ لیا جبکہ اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے تھے چنانچہ ایک گھنٹے کی کوششوں کے بعد وہ اُٹھ کھڑا ہوا تو میں پروردگار کا شکر بجالایا کہ اس کے تفویض کردہ امور بجالانے میں کامیاب ہوا۔ پھر ہم چلے اور حضرت گنج پہنچے، گھوڑوں پر سوار لوگوں سے کہا کہ اپنے وعدے پورے کر کے گھوڑے کو تبدیل کرلائیں وہ مجھ کو گھورنے لگے۔ مجھے خوف لاحق ہوا کہیں یہ مجھ پر چیرہ دستی نہ کریں۔ تب خود ہی اپنے آپ سے کہا یہ لوگ صحیح نہیں ان پست لوگوں سے زیادہ الجھنا بے سود اور سختی اور بے خوابی سے زیادہ دشوار ہے۔ یوں ہم رائے بریلی پہنچے وہاں دو احباب سے ملے ایک سیّد خیرات حسین چنانچہ ان سے وطن کے حالات معلوم کیے اور مکان بنانے کے بارے میں آگاہی حاصل کی۔ اس کے بعد طعام کا وقت آیا کھانے کے دوران ان اوباش لوگوں کے بارے میں باتیں چلتی رہیں۔ اس کے بعد ایک گھنٹے کے لیے قیلولہ کیا اور نیند سے بیدار ہو کر وطن جانے کا ارادہ کیا، چنانچہ زمانے کے آفات و بلیات سے بچتے ہوئے رات کے آخری پہر کو گھر پہنچ گئے وہاں پر نورِ چشم سید مصحف حسین سے ملاقات ہوئی جن کی بیماری اور تکلیف دُور ہو گئی تھی۔ چنانچہ بارگاہِ ایزدی میں شکر بجالایا۔

۳۔ ''سیّد مصحف حسین نے میرے مکتوب کے جواب میں منظوم تحریر لکھ کر بھیج دی تھی''

۱۔ کون ہے جس کا سلام مجھے موصول ہوا وہی ایک مہربان دوست ہیں جو میرے

دل میں بسیرا کئے ہوئے ہیں۔

۲۔دل کے مالک اس کا چین جس کی دوری نے دل کا سکون وآرام چھین لیا ہے۔

۳۔خدا سے التجا ہے کہ آسانی اور راحت سے انہیں یہاں پہنچادیں کیونکہ ان کے دیدار کی تمنا ہر تمنا سے زیادہ عزیز ہے۔

میرے ادبی بھائی ہیں سب سے با شرافت نسب ہیں اور صاحبان علم و فضیلت میں سب سے زیادہ با کرامت حسب والے انسان ہیں۔تواضع کے ملکہ کا حصول، ثمرات علم سے بہرہ مند ہونے کی علامت ہے، یگانہ روزگار سچے دوست جناب سید محمد مہدی خدا انہیں عمر طویل اور جاہ ومنزلت عنایت فرمائے۔

مکتوب عزیز ومکرم موصول ہوا نہایت شیریں عبارات اور پر مغز مضامین کے حامل ہیں جس سے افکار وعقول حیرت زدہ رہ جائیں، کتابوں کی طباعت نے مشہور ومعرفت اور قد آور شخصیات کو حیرت زدہ کر دیا ہے اس کی فصاحت و بلاغت لاجواب ہے اور نہج بدیع بھی بے مثال، پس مبارک ہو اس سوچ کو، مبارک ہو جس کے اعجاز سے اعلیٰ درجۂ کمال کے حامل تخلیق اور ابداع کی صورت گری ممکن ہوگئی اور بشارت ہو اس قلم اور تحریر کو جس سے اس عجوبہ کتاب کی تحریر ممکن ہوگئی۔جو مدح وستائش سے مالا مال ہے۔

باعثِ مسرت ہے کہ ایک لطیف رقعہ دریافت ہوا۔آپ سے طویل عرصے کے بعد، کتنا خوب ہے وہ رقعہ حسن ولطافت میں، گویا کہ چودھویں کے چاند کا ٹکڑا ہے،اس کے ملنے سے آپ سے دوری کے دکھ اور جو سختیاں جھیلی تھیں وہ دور ہوگئیں۔

قسم ہے اس محبت کی کہ جب سے آپ نے فراق اختیار کیا ہے اس وقت سے ہر لحہ میں آپ کے محاسن کے حسن وکمال کو گن رہا ہوں اور مضطرب ومہموم جان کو

جلد ہی آپ سے ملواؤں گا۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے دعا ہے، بہت جلد وصال ممکن فرمائے اور اسے آسان فرمائے۔ میرا دل اور آپ کا دل لامحالہ ایک ہی ہے۔

یہ بات ہمارے درمیان میں طے پائی ہے۔ آیئے ملاقات کر کے حسد کرنے والوں کو جلادیں۔

کیونکہ حاسد ایسے مواقع پر افسردہ ہوا کرتے ہیں۔ تحریر کا مطالعہ میرے لئے باعث مسرت رہا مگر آپ پر نازل سختیوں اور شدائد کا از حد افسوس رہا خاص کر ستمگاروں کی طرف سے آپ کو ہونے والی تکالیف کا اللہ اُنہیں خیر عطا نہ کرے۔ سواریوں کی ناتوانی اور سست رفتاری کی وجہ سے سفر میں آپ کو دشواری پیش آئی وہ بھی ایسے وقت میں جب گرم موسم نے آگ برسادی تو اس کی حرارت سے دن رات، نقاہت اور پریشانی طاری ہوتی ہے۔ پس حمد وثناء خدا کی ہے، جس کے فضل بے کراں نے آپ کو سفر کی سختیاں اور اس کے خوف و مشکلات سے نجات دی۔ آپ کی پریشانیوں کا سن کر پہلے افسردہ ہوا بعد میں آپ کے پایہ استقلال قائم رہنے اور سلامتی کا سن کر مسرور ہوا پروردگار فرزند برادر کو بھی شفایاب فرمائے آمین، جس خوف وخطرے کا دھڑکا تھا۔ رب آپ کو محفوظ رکھے اور اسی طرح ہر خوف اور خطرے سے محفوظ رہیں، آپ کو مبارک ہو کہ خدا عزوجل نے ہر کام میں آپ کو اپنے پناہ اور حفظ وامان میں رکھا ہے۔ اگر تحریر کے جواب لکھنے میں تعلل اور تاخیر ہوئی ہو تو میری معذرت قبول ہو، ان دنوں ضعف اور نقاہت کی وجہ سے نماز بیٹھ کر ادا کی بدن میں اُٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ خدا کے حول و قوت سے آپ کی آمد کے بعد اور منزل سعادت میں آپ کے نور چشم کی واپسی

کے بعد جیسا کہ آپ کو خبر دی تھی کہ میں بعض آفات کے زد میں آیا ہوں جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ کیفیت کام کاج سے دوری اختیار کرنا اور نفرت کرنا ہے اور اس کے بعد سے آسان، آفت علم یعنی نسیان اور فراموشی میں مبتلا ہونا جسمی طاقت کا مضمحل ہونا اور سستی جیسی آفت کا بدن پر مسلط ہونا ہے اور جاہل اور نادان لوگوں کی صحبت نصیب ہونا اور علم وفضل وکمال کے مالک صالح اور مخلص پیارے دوستوں سے دوری اختیار کرنا ہے۔

میں پیری اور طوالت عمر کی وجہ سے بوڑھا نہیں ہوا، مگر محبوب یاروں کی دوری کی وجہ سے میں بوڑھا ہوا۔

اے میرے عزیز دوست جوانی اور طاقت کے باوجود پیری اور کہولت مجھ پر سوار ہے زمانے نے مجھے کمزور کر کے بڑھاپے کے وادی میں دھکیل دیا ہے۔

شاید شاعر نے میری شان میں یہ شعر کہا ہے:

دنیا نے جوانی میں مجھے عصا کا محتاج بنایا

گویا ایک نہال ہے جو کسی شاخ کے سہارے پر گرا ہوا ہے۔

اس جسم اور طبیعت کو عرصہ سے جس نظم ونسق کا پابند بنا دیا تھا اب بدن کا ضعف وخرتوت ہونے سے خاص کر فراموشی نے اس میں خلل ڈالا ہے۔ میں نے بہت سے لغات اور معانی یادداشت کے سپرد کر رکھے تھے مگر اب کچھ بھی یادداشت میں نہیں اور باقی سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اب دماغ میں فکری تسلسل پہلے کی طرح نہ ہونے کی وجہ سے نظم یا نثر کہنا چھوڑ دیا ہے۔ ہر کوشش ناکامی پر ختم ہوتی ہے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس راہ میں کود پڑوں اور ادباء کے شادابیٔ طبع کے قابل کوئی کاوش پیش کروں۔ میں نے اپنی تفکرات کو اس جلیل القدر خلیل

ومحبوب کے لیے سمیٹا تا کہ یہ چند عبارت تحریر کرسکوں، حالانکہ اس عبارت میں سے مہارت کا فقدان جھلکتا ہے کیونکہ طبیعت کی سستی اور تیزی میں مختلف کیفیات کے حامل ہوتی ہیں۔

۴۔ چوتھا خط ان کو ارسال کیا، ایک اور مکتوب ان کے نام:

سلام شوق ومحبت ہے جسے بچپن سے جدائی کا تحمل نہیں، اشک محبت جاری ہے اور دیدار کی آگ میں جل رہا ہے، اما بعد! خدا آج آپ کی طبیعت میں برف جیسی ٹھنڈک لائے، آج بیٹھ کر ستو برف کے ساتھ پینے کا انتظام ہے۔ اس لئے کھانے میں احتیاط کیجیے تا کہ سقم وبیماری دور ہو۔ خدائے منان کا شکریہ، صلوات ودرود ہو نبیؐ اور آلِ اکرام پر۔

۵۔ جواب میں اُنہوں نے لکھا:

خدا جب تک زمانہ باقی ہو آپ کو باقی رکھے اور تمام خوشیاں نصیب فرمائے، اما بعد! آپ کا عمدہ وانیق مکتوب موصول ہوا جس میں نہایت لطیف مثالوں کا بیان ہے۔ حکایت ہے برف کی روشنی اور چمک کی، میٹھے پانی مخلص اور سچے دوست کے اخلاق حمیدہ نے متاثر کیا اور اس کی پیشکش نے مسرور کیا۔ جس میں دن کے آخر میں ساتھ بیٹھنے کا وعدہ کیا ہے۔ جہاں ٹھنڈے برف کے ساتھ ستو کھانا ہے جسے میں نے بخلوص قبول کیا سچے دوست سے ملنے کے لیے بے تاب رہا۔

۶۔ ان کی خواہش پر یہ خط ارسال کیا

اما بعد اے سردار دانشمند اور براعت جو فصاحت وبلاغت کے جوہر کے مالک ہیں جن کا چشمۂ فیض جاری وساری ہے، سفرۂ جود وسخا قائم اور گلستانِ معرفت

عاشقان گلہائے معرفت کے لیے آمادہ ہیں۔ کس طرح بارگاہ ایزدی میں انشاء پردازی میں پیش آنے والے مشکلات کا شکوہ کروں، خاص کر اس وقت جب میری طبیعت، سرشت وفطرت منجمد ہو چکی ہے اور ذہانت میں کمی واقع ہو گئی اور آنکھوں کی روشنی ختم ہو رہی ہے، اس طرح تفکر اور سوچ میں کوتاہی آ رہی ہے۔ میرے اندر موجود اس ہنر کے کمالات کا مجھ سے واسطہ اب نہ رہا، میری سواری اٹھ کے چلنے کے قابل نہیں رہی اور میرا ستارۂ قسمت ڈوب چکا۔

اے میرے دوست اب ہشیار رہیے کہ ہم دونوں برابر کے ڈوب رہے ہیں محبت میں بے تابی سے دل بے چینی میں بسر کر رہا ہے۔ میرا دل عاشق کے دل کی مانند ہے جب تنگ ہو، میرا خیال تھا میری نظم موتیوں کی طرح ہوگی اور یہ عبارات موتیوں کی لڑی کی طرح ہوں گی مگر اس صنعت اور حرفت میں اب آپ کی مانند مایوسی سے دوچار ہوا ہوں۔ دل سے کہا کہ مجھے اس کی محبت کی کوئی پرواہ نہیں مگر اس نے بغاوت کی۔

۷۔ ایک اور خط میں لکھا:

اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ طویل عنایت فرمائے اور آپ کی عزت اور منزلت میں بلندی عطا فرمائے۔ پروردگار صاحب فضل ومنت کو ثنا بجا لاتا ہوں کہ تادم تحریر مکتوب ہذا ماہ صیام کا نصف بخیر وخوبی پار کیا اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کی توفیق عنایت فرمائی اور اپنے لطف وکرم سے نعمتِ وافرہ عنایت کیں، جن کا احصاء اور احاطہ کرنا ہمارے لیے ناممکن ہے اور اگر تعداد کرنے لگے اس مہم میں عاجز وناتواں ہوں گے افسوس ہے کہ فقراء مساکین کے ساتھ ہمدردی سے قاصر رہے۔ بھوک اور نیازمندی میں مبتلا افراد پر توجہ نہ دے سکے۔ اللہ کے کنبہ

اور عیال (محتاجوں) کی امداد اور دادرسی میں ملنے والے اجروثواب سے محروم رہے اور ان کی ضروریات پوری کرنے میں ملنے والی قربت الٰہی سے دُور ہوں جبکہ گزشتہ سال بعض مومنین کو عونِ الٰہی کے ساتھ ہدیہ پہنچانے کی توفیق ملی۔ بارگاہ ایزدی سے دست بدعا ہوں کہ بدحالی اور مفلسی میں مبتلا بعض افراد کو گزشتہ روایات کے مطابق مالی تحائف پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ تحریر شد ۱۴ رمضان ۱۳۰۰ بعد از ہجرت نبی مکرم حضرت محمدؐ ان پر درود وسلام ہو تعداد شب وروز کے برابر۔

۸۔ اس خط کے جواب میں میرا مکتوب

سلامت رہیے، خوش رہیے اور ہر نیکی کے بدلے ذرّات زمین کے برابر اجر نصیب ہوں، آپ نے خیرات کی یاد دلائی، اللہ تعالیٰ آپ پر برکات نازل فرمائے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو محتاجوں کے پناہ اور تنگی میں مبتلا لوگوں کے لیے آسرا ہیں۔ ان کے لیے آگ اور روشنی فراہم کرتے ہیں اور ناداروں کو اوڑھنا، ساتھ ہی بھوکوں کو کھانا فراہم کرتے ہیں یوں ثواب کا حصول اور عاقبت کی نیکی ان کا مطمع نظر ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۹۔ ان کے نام میرا دوسرا مکتوب

سلام اور تحیات خداوندی اس کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ جوہرِ دانش و معرفت صاحب علم و ادب، عمدہ صفات کے مالک، ماہر علاج، نیک لوگوں میں سب سے معتبر، عیب وبرائی سے پاک، انسان دلپذیر، محبت کے ساتھی، چاند سورج کے بعد چراغ درخشاں سید حیدر حسین کو رب مشرقین اپنی پناہ میں رکھے۔

اس کی نصرت اور مدد عنایت فرمائے ان کی تمنائیں پوری کرے یہ ہے صورتحال کہ تمام تدبیریں ختم ہو گئیں اور امیدیں ماند پڑ گئیں، آنکھ سے پانی جاری ہے۔
بستر تیار کر لیا گیا، جسم کے اندر کے درد اور تکالیف نے زندگی کا مزہ کڑوا کر دیا ہے۔ میرے اشک بھائیوں کی یاد ستانے کی حاکی ہیں جس کی وجہ سے آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ آنکھوں سے ہر چیز اوجھل ہو گئی، آخر کیوں میں گھپ اندھیروں میں مبتلا نہ ہو جاؤں اس لئے کہ جب زمین چاند اور سورج کے درمیان حائل ہو جاتی ہے تو چاند کو بھی گہن لگ جاتا ہے۔ اسی لئے میں غمزدہ اور دل شکستہ ہوں۔
مجنون کے قول کی زندہ مثال ہوں۔

"اگر میرے حال احوال سے آگاہ ہونے کا ارادہ ہے تو یوں ہے کہ جب غربت سے بے زار ہوا تو تمام وادیوں کو پھلانگ لیا۔ رات کی تاریکی کے پردے کو چاک، گھوڑے کے پشت پر بیٹھتا۔ میدانوں کے سینے چیر دیتا، یوں مسافتیں طے کرتے کرتے رائے بریلی پہنچا۔ وہاں پڑاؤ اختیار کیا وہاں دو چہرے والے دو غلے شخص سے ملاقات ہوئی۔ تمام برائیوں کا مظہر تھا، بہادر کے روپ میں سانپ اور ہر آن کروٹ بدلتا رہتا، جبکہ جھوٹ بکثرت بولتا تھا چال دیوانوں کی سی، افیم کا خمار اس کے سر پر چڑھا ہوا تھا، جب بھی اس سے بات کی جائے جھوٹ بولے، اس سے تقاضا کرو تو بھاگ جائے، جب اس سے سوال کرو تو دھوکہ دے، مدد مانگو انکار کر دے بس مکھی کی مانند ہے کہ اشارے سے اُٹھ کے چلے جائے۔ دور بھگاؤ تو نزدیک آ جائے اور اگر پاس بلائے تو بھاگ جائے۔ جب اس سے اُٹھنے کو کہا جائے تو بیٹھ جائے اور بیٹھنے کو کہے تو دھوکہ دے۔ ہر بات کا اُلٹا کام کرے جبکہ جو مانگ لیا جائے لے کر بھاگ جائے، اس

سے گفتگو کی تو ہنس پڑے مگر جب اس سے مشورہ مانگا تو دھوکہ دے، ڈاڑھی صاف ہے، تنگ اخلاق والا، اس کی بیہودگیوں پر میں حیرت زدہ رہا۔ اُس سے لاحق بلاؤں سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ اختیار کی۔ اس کے خرافات سے دم بخود رہ گیا۔ اس کی آفات سے اپنے آپ کو بچاتا رہا، اس کے باطل خیالات نے مجھ پر سحر طاری کیا اور دل میں اس کا ہَول اور خوف سوار ہوا۔ ذہن وسوسوں کے زد میں رہا، یوں رختِ سفر باندھ لیا اور محافظوں کو جمع کیا۔ سونے والے اور بیٹھنے والے سب چست ہو گئے۔ چوروں کے خوف سے سب کی نیندیں اُڑ گئیں، یہاں تک کہ صبح کے آثار نمودار ہوئے، میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اسے بھی اُٹھا لیا، شہسواروں اور پیادے کو آمادہ کیا زادِ سفر اور پانی سواریوں پر لاد لیا۔ شور شرابہ بپا ہوا پھر میں نے سواری پر بیٹھ کر وطن کا رُخ کیا، زمانے کی تکالیف سے چور چور آخر کار وطن کو پہنچے۔

۱۰۔ حضرت نے اس کے جواب میں یہ رقعہ مرقوم کیا

میں اس کے فراق میں گریہ کناں تھا، اگر محبوب سامنے آ کر چلا جائے تو کیا ہوگا حسرت رہے گی بکھرنے والے دوستوں اور پیاروں کی انجمن کو اور زیارت گاہ کی دوری پر، مبارک ہو رشتہ داروں کی قربت اور ملاپ کو، مجھ سے دور ہونے والوں کا اشتیاق اور چاہت دل میں بڑھتا جاتا ہے۔ ماضی میں دن و رات خوشیوں سے معمور تھا، شام اور صبح ملاپ کی قیمت سے گزرتی تھی، اس وقت کوئی تنگی نہیں ہوتی تھی۔ دن کو عید کی خوشیاں اور رات کو چاند کی دوستی ملتی تھی۔ لوگوں کو میری بود و باش سے حسد ہوتا، جب گھر میں تھے تو ہم لفظ ''جمع'' کی طرح آپس میں مل بیٹھے تھے، اب جب وقتِ وداع آیا تو ''الوداع'' کی طرح ایک دوسرے

سے جدا ہو رہے ہیں۔ فرقت کے بعد انتظار کے لمحات سختی سے گزر رہے ہیں ابتلا میں ہوں جس پر صبر کرنا مشکل ہے دن اور رات کے لمحات دکھ اور درد میں بسر ہوتے ہیں۔ ان دکھوں اور دردوں سے بچنے کے لیے کوئی ترکیب بھی نظر نہیں آتی۔

تمہارے دیدار میں آنکھ کی ٹھنڈک ہے، جب کہ فرقت میں آنکھیں لاوا بن جاتی ہیں، تم نہیں تو دنیا کتنی وحشت کی جگہ ہے، تمہارے ساتھ دنیا کتنی خوبصورت ہے۔ تمہاری محبت و جمال کے ذکر میں مشغول ہوں آنکھیں انتظار میں ہیں۔

بالجملہ (مختصراً) یہ موسم ملنے ملانے کے لیے بہترین ہے اور گزارش ہے کہ فرقت کو ختم کر کے ملنے کے لیے تشریف لائیں کیونکہ آپ کے دیدار کی تشنگی بہت ستا رہی ہے۔

خدا پہلے کی طرح ہمیں دوبارہ نزدیک لائے، جہاں ساتھ رہتے تھے، میری چاہت آپ کے لیے ویسے ہی ہے جیسا کہ ایک ساتھ رہتے تھے بلکہ پڑوسی تھے بہترین پڑوسی تھے بلکہ گویا ہمارے درمیان کوئی دیوار حائل نہ تھی پھر کیونکر نہ ہو مجھے یہ بے چینی اور اضطراب۔

جب بھی ماضی یاد آتا ہے، تو اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس وقت کو دوبارہ لوٹا دے، خط کے انتظار میں تھا تا کہ احوال سے آگاہی حاصل کروں، شکر خدا کہ آپ کا مرقوم موصول ہوا جس میں آپ کی خیریت دریافت ہوئی قلب کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، کیونکہ خط بھی آدھی ملاقات ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ آپ کو منزل مقصود پر خیریت کے ساتھ پہنچا دیا گیا۔ آپ کی بلاغت اور نزاکت و عمدگی بیان کی وجہ سے خستگی اور اکتاہٹ دور ہوتی ہے۔ اپنی کتابیں یکے بعد دیگرے

خدمت میں ارسال کرنے کا ارادہ تھا اور آپ سے مقابلہ کروں مگر بیماری اور دیگر عارضوں کی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔ اعضا میں ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے علم و ادب کے جواہر کا بیان کرنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے۔ مگر کتابوں کا تبادلہ جاری رہے گا ایک محترمہ کے انتقال کی خبر ہے۔ کیسی کیسی حسرتیں قبروں کے اندر چھپی ہیں۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۰۱ کی رات کو تحریر کیا گیا۔

۱۱۔ یوں میں نے خط کا جواب دیا

محبوب کے انتظار نے راتوں کی نیندیں حرام کر دیں، دردِ فراق نیزوں کے درد سے بھی زیادہ اذیت ناک ہے۔ دُور کے غم سے آنکھوں سے اشکوں کی بارش جاری ہے روز و شب نے احوال سے مجھے آگاہ کیا جبکہ زمانے کا ستم باقی ہے۔ خدا ہی ہمیں دوبارہ قریب لانے والا اور یکجا کرنے والا ہے۔ دل میں آپ کی چاہت بھری پڑی ہے اور زبان پر آپ کا ذکر، آنکھوں میں آپ کے حَسین جلوے اور دماغ میں آپ کی سوچ یہاں تک کہ دل کو جا کر چھوتا ہے۔ درد والم نے جڑ پکڑ لی۔

اگر میرے دل کے دھوون کو دیکھنا چاہو تو دشت کے پوروں کی طرح نظر آتا ہے میں اس مصرع کے مصداق بننے پر مسرور ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے میں جواب آنے کے انتظار کی خوشی میں بسر کر رہا تھا کہ آپ کا مکتوب موصول ہوا اسے پا کر گویا مجھے میرے درد کی دوا مل گئی، میری تکلیفیں دُور ہو گئیں، حوریں مل گئی ہوں، دل کو چین اور آرام مل گیا۔ حکام کے آنے کی وجہ سے جواب بھیجنے میں تاخیر ہو گی کیونکہ مہمان کی خاطر مدارت میں مصروف ہونا ہے اس علاقے میں کچھ بھی دستیاب نہیں ہے اسی طرح پکوان میسر نہیں ہے، یہاں پر لوگ گدھ کی طرح طاقتور ظاہر کرتے ہیں، محترمہ کا انتقال اور موت سے ملحق ہونے کا معلوم ہوا

سوائے صبر کے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ اللہ ہی مالک ہے، میرے معظم اور مکرم بھائی صاحب آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔

۱۲۔ ان کا ایک اور رقعہ جسے میرا مذکورہ مرقوم پہنچنے سے قبل ارسال کیا ہے:

(نظم) ”فرقت میں رہنے والے اے محبوب تمہارے فراق کی آگ میری زندگی کی جنت کو سلگا رہی ہے تم سے ہجر کی شدت اور سختی کی شکایت کرتا ہوں۔“

تمہاری دُوری نے آنکھوں سے نیندیں اڑا کر رکھ دی ہیں، خدا اس زمانے سے بچائے جس نے مجھے دُوریٔ یار میں مبتلا کر دیا کون ہے کہ وصال کی خبر سے مسرت عطا کرے۔ تمہارے وصال میں کیونکر ممکن ہے اس بے کسی میں ایک رقعہ ہی میری تسلی اور تشفی کے لیے کافی ہے۔

زندگی آپ کی مفارقت کے بعد گوارا نہیں۔ فراق کے دن تکلف اور تکلیف میں گزر رہے ہیں۔ محبت جتنی زیادہ تھی اتنا ہی دل بیمار، ہجرت کر کے کٹ جانا باعث عذاب و تکلیف نہ کوئی ملنے کو آئے اور نہ کسی سے مل سکو۔ انتظار کی گھڑیاں گن رہا ہوں، چنانچہ پیار کا تواتر، ارسال میں کمی کر دی، آدھی ملاقات سے بھی محروم کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود کہ میری نسبت سے آپ خالی البال ہیں، آپ کی اپنی مصروفیات اور میری اپنی الگ ہیں، حالات نے اس حد تک گھیرا تنگ کیا ہوا ہے کہ پیچھے مڑ کر دیکھ نہیں سکتا، مرض کی وجہ سے تحریروں کی انشاء اور املا کے لیے لمحے بھر فراغت نہیں بیداری بھی کٹھن اور نیند کی تھکن، زندگی بے قرار جس سے ادب کی الفت سے محروم ہوں۔ یوں میری عذر و تقصیر روزِ روشن کی

طرح عیاں ہے مگر آپ بفضل و کرمِ الٰہی مصون اور محفوظ ہیں ان تمام مصروفیات ابتلاء سے جو مجھے لاحق ہیں آپ کی مصروفیات تو دوست احباب سے ملنے ملانے میں منحصر ہیں در حقیقت یہ نہایت دل پذیر بات ہے۔

اس مرقوم سے پہلے بھی ایک خط ارسال کیا تھا اور وہ اس خط کا جواب تھا جو شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میری گزشتہ اور آنے والی کتاب کا مطالعہ کیجیے آپ کی خیریت کے ساتھ ہمیں آپ کی تشریف آوری اور اقامت کی مدت کے بارے میں مطلع فرمائیں تاکہ بے چین دل کو سکون حاصل ہو اور رویت جمال کا لطف حاصل ہو اور درمیان میں واقع حجاب اور پردہ ہٹ جائے۔ نظم

میں نے اپنے آنسوؤں سے تحریر کیا ہے، تمہاری قسم میں سیاہی سے نہیں لکھ رہا، رو رو کے میری آنکھوں کی سیاہی بہہ گئی اور اسی سیاہی سے یہ رقعہ لکھ رہا ہوں۔

۱۳۔ اُن کے خط کے جواب میں ایک نظم تحریر کی

میرے دوست سے ایک مرقوم ملا ہے جس کی سفیدی حور کے چہرے کی سفیدی اور سیاہی ہرن کی آنکھ کی سیاہی سے تیار کی گئی ہے۔ سفیدی پر سرخی کی ایک جھلک نمودار ہوتی ہے گویا معذرت کے دوران گال پر سرخی نمودار ہوتی ہو۔ اس پر سورج کی روشنی کا بہاؤ مزید رونق افروز ہوتا ہے۔ اللہ نے آپ کو علم سے مالا مال فرمایا ہے۔ خط لکھنے میں تاخیر پر معذرت خواہ ہوں اسے قبول فرمائیں۔ زمانے نے غمِ فراق نصیب کیا امید ہے یہ تاریک رات اور دوست سے دوری ختم ہو کر رہے گی۔ دکھوں کی کوکھ سے شوقِ لقا اور قربت کے انتظار جنم لیتے ہیں۔

❁ اس رقعے کے جواب میں انہوں نے اپنے بھائی اور باپ کی زبانی یہ جواب سید صفدر حسین جو رسولؐ و آلِ رسولؐ کی محبت سے متمسک ہیں تحریر کیا (منظوم):

موتیوں کی لڑی کی مانند سلام موصول ہوا اس کے نقوش آنکھوں کی روشنائی سے تیار کردہ سیاہی سے منقش ہیں خوشبو کی مثال نہیں اور فرقت کی وجہ سے خط پڑھنے میں وجد کا احساس ہو رہا ہے۔ دردِ فرقت بڑھتا ہی جا رہا ہے گویا انتظار میں موت کو سینے سے لگاؤں گا۔

❁ انہوں نے ایک اور خط لکھ کر بھیجا (منظوم):

بادِ صبا پیاروں کی خبر لے کر آئی اور مجھے خوشیاں دیں، دُوری کے باوجود وصل و وصال کی نوید لے کر آئی اس پر دل میں شوقِ دیدار آگ کی طرح بھڑک اُٹھا جس سے میرے دُکھوں میں اضافہ ہوا اور چین و سکون جاتا رہا۔ اگر ملنے کا وعدہ نہ کرتے تو میری آہوں میں دل پگھل جاتا۔ سردیاں بیت گئیں اور اب بہار کا موسم ختم ہونے کو ہے مگر آپ نے پڑاؤ نہیں ڈالا، خدا کے لیے میرے پیارو بتایئے کب میرے دیدار کو تمہاری ملاقات سے ٹھنڈک ملے گی، مجھے مزید صبر آنا ممکن نہیں خدا کے لیے جلدی جلدی چل کر آیئے۔

❁ نثر

اما بعد آپ سے بچھڑے مہینوں پر محیط ہے۔ انتظار میں ایک عمر گزار دی شوقِ دیدار کے لمحات میں کمی واقع نہیں ہو رہی بلکہ زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ ملاقات کب ہوگی جوں جوں موسم میں گرمی بڑھتی جا رہی ہے وصل و ملاقات کی

امیدیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ کیونکہ گرمیوں میں شدید گرمی آنے کو ہے جس سے آپ کو تکلیف ہونا عین ممکن ہے۔ پھر جلدی کیجئے، جلدی کیجئے، خبر ملی ہے کہ آپ کے بھتیجے کو کان کی تکلیف لاحق ہے مجھے اس سے تکلیف پہنچی اور سکون اور آرام چھن گیا، اللہ تعالیٰ اپنی شفا سے انہیں شفا عنایت فرمائے۔ بروز ہفتہ یکم جمادی الاوّل ۱۳۰۱ ہجری تحریر کیا گیا۔

۱۴۔ انہوں نے ایک اور رقعہ ارسال کیا (نظم)

نسیم کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کرتا ہوں، جس سے ہو ہر ایک فیض یاب،
شکایت ہے آپ سے دل کے دکھوں کی، دوری کے وجد و لگاؤ میں مر جاؤں گا۔
دور سے خیالات میں زیارت کروں گا دل و جان سے اُٹھتے بیٹھتے۔

آپ کے دیدار کے شوق نے دل میں آگ کو بھڑکا دیا ہے۔ اس پر صبر کرنا پہاڑ سر پر اُٹھانے کی طرح ہے۔ آپ سے جدائی کے بعد ہر لمحہ آپ کے ذکر میں بسر کرتا ہوں۔ زمانے کے ستم سے بچھڑ کر رہ گیا ہوں۔ یادوں کے سہارے جی رہا ہوں ان راتوں کا ذکر ہے جب ساتھ بیٹھتے، وقت گزارتے تھے، آپ کی صحبت میرے لئے باعثِ فرحتِ قلب، دُوری غم و کرب، خیال کی شادابی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے مگر ابھی میں پورے گھر میں تنہا ہوں ساتھی اور منادی کے بغیر۔

ادھر میرے چھوٹے بیٹے صادق حسین کو بخار اور شدید سر درد لاحق ہو گیا ہے اور یہ بخار جمعرات سے شروع ہو کر جمعہ کی صبح تک شدت اختیار کر گیا ہے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہوئے مگر کچھ دیر بعد ان کی طبیعت بحال ہو گئی اس پر خدا کا شکر بجالایا جس نے اسے شفا عنایت فرمائی۔ خدا کی حمد بجالاتا ہوں کہ بغیر دوا اور علاج کے دعا قبول فرمائی۔ مگر چکر اور سر کا درد باقی رہا۔ چنانچہ جمعہ کے

دوپہر کو علاج کرا دیا۔ رات پریشانی میں گزار دی۔ کیونکہ نیند میں چونک اُٹھتا تھا وہ اکثر غافل رہتا مگر جب طبیعت سنبھل جاتی تو درد کی شکایت کرتا۔ دعا کیجیے کہ وہ صحت یاب ہو کر اس عارضے سے مکمل نجات پائے۔ حالات میں سے ایک یہ بھی رہا کہ ہفتے کی رات کو تیز آندھی آئی گرج چمک کے ساتھ ساری رات آسمان پر گھٹائیں چھائی رہیں اور گھٹائیں گرجتی رہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں، آخر کار اولوں کی بارش شروع ہو گئی، بارش اس حد تک شدید تھی کہ ہر طرف اولوں کی تہیں جمی ہوئی تھیں اور اولوں کے اوپر پانی کے جمنے سے شیشے کی سطح کی طرح برف جمی ہوئی تھی، خدشہ تھا کہ کہیں برف کے وزن سے گھروں کی چھتیں اور دیواریں گر نہ جائیں، آخر کار تیز بارش آئی جس کے نتیجے میں سیلاب آیا سب خوفزدہ ہو گئے مگر خدا کا شکر کہ بادل تیز ہواؤں کی وجہ سے چھٹنے لگے، یوں ہم نے خیریت کے ساتھ رات گزاری، بارش کا پانی ہر طرف تالاب کا منظر پیش کر رہا تھا، کھڑی فصلیں تباہ ہو چکی تھیں، درختوں کے پتے جھڑ چکے تھے۔ بیشتر جانور شدید ٹھنڈ کی وجہ سے ہلاک ہو چکے تھے، دیگر حالات یہ ہیں کہ میرے دشمن دشمنی کے تیر مجھ پر چلانے لگے ہیں تمام عہد و پیمان کو پامال کرتے ہوئے، جبکہ میں صبر کر رہا ہوں۔ ان تمام مشکلات اور سختیوں کو دیکھتے ہوئے محترم برادر عزیز پر گراں گزر رہا ہے اور بہت فکر مند ہو رہے ہیں جس پر ان کے کھانے پینے میں کمی آ گئی اور نیند حرام ہو گئی ہے وہ اس ابتلاء کو ٹالنے کے لیے شب و روز محنت کر رہے ہیں اور وکلاء سے ملاقات بھی کر رہے ہیں اسی وجہ سے آپ سے ملاقات میں ان کو مشکلات پیش آ رہی ہیں اور آپ سے ملنے میں دشواری بھی۔ جس کی وجہ سے وہ مہموم اور مغموم رہتے ہیں اس کے علاوہ آپ پر پوشیدہ نہ ہو کہ میرے

پیارے جناب سید جواد نے مصطفیٰ آباد جانے کا عزم کر رکھا ہے، اسے اپنوں سے ملنے کا شوق اور راہ محبت چلنے کا ارادہ ہے۔ اس بناء پر یہ ممکن ہے یہ بات اس کی والدہ کی طبیعت پر برے اثرات کی حامل ہو جو پہلے ہی سے ناساز ہیں، میں ان کے علاج معالجے میں کمر بستہ ہوں خدا پر توکل ہے اور وہی شفا عطا کرنے والا ہے اس رقعہ میں وقت کی طوالت کے باوجود مصروفیات کی وجہ سے تمام مطالب کا اندراج ممکن نہیں ہو سکا ہے۔ امید ہے آیندہ خطوط میں دیگر صورتحال سے آگاہ کروں گا، یہ رقعہ دس دنوں میں اُٹھتے بیٹھتے نیندیں حرام کر کے لکھا گیا ہے۔ بندہ گنہگار حیدر حسین عفی عنہ مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ۔

۱۵۔ اس خط کا جواب میں نے یوں لکھا:

خدا کی نعمتوں کی حمد و ثنا بجالاتا ہوں اور درود و صلوات ہو محمدؐ اور اس کی آل پر جب میں نے صبح کو آنکھ کھول دی تو فرقت کے درد و غم میں ڈوبا ہوا تھا، چنانچہ جب جائے پیدائش کو پہنچا اور وہاں بسیرا اختیار کیا گھر والوں سے گھل مل گئے اتنے میں بے وفا زمانے کی ستم ظریفیاں شروع ہو گئیں، پریشانیوں میں ڈوبنے لگا صحت گرنے لگی خواہشات منجمد ہو کر رہ گئیں سینہ بھاری اور تقدیر اندھیری ہو گئی بات چیت بند ہو گئی، ہاتھ سے قلم گر گیا دوات میں سیاہی خشک ہو گئی لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا، اتنے میں آپ کا مرقوم موصول ہوا، عبارت تازہ، خدا کی کس قدر خیر و برکت ساتھ ہے۔ ستارے کی مانند چمک رہی ہے۔ کتنی شیریں نظم ہے جس کی روانی پانی کی طرح جاری ہے۔ یہ خط نہیں ابرِ گہر بار ہے۔ یہ خزانے ہیں ورق نہیں چودھویں کے چاند کی طرح پُرنور آسمان جیسی بلندی پانی کی مانند الفسجام، نہایت نفیس اور مانوس ہمنشیں کی طرح میری طبیعت میں ایک بار پھر شادابی آئی،

جواب لکھنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا، پروردگار سے استعانت کرتے ہوئے یوں برفباری اور اولوں کی بارش، تیز وطوفان ہواؤں کا چلنا، تیز وطوفانی بارش کا آنا، چراغ بجھنا اور گھر اندھیروں میں ڈوبنا، دیواروں کا گرنا اور نشانوں کا مٹنا، درختوں کا جڑ سے اُکھڑ جانا اور پھر دعاؤں کی قبولیت بارش کا تھمنا غرض تمام صورتحال کے بارے میں تحریر کیا گیا اور اسے استاد فاضل عالم ودانا کی خدمت میں ارسال کیا گیا اس کے دودن کے بعد اس رقعے کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔

پروردگار سے دعا ہے کہ نورِ چشم سید صادق حسین کو شفا عنایت فرمائے۔

اس خط کا جواب لکھنے میں آپ کو تکلیف نہیں دینا ہے کیونکہ کچھ ہی دنوں میں آپ کی طرف روانہ ہونے والا ہوں۔ صبح وشام خدا کی حمد بجالاتا ہوں اور رسولؐ کریم پر درود بھیجتا ہوں۔

۱۶۔ جناب آیۃ اللہ ناصرِ رسولؐ وآلِ رسولؐ مولانا استاد بزگوار سیّد حامد حسین کے فرزند محترم یکتائے زمانہ سیّد جلیل جناب سیّد ناصر حسین کی خدمت میں ارسال کردہ میرے خط کی نقل:

خدا کا سلام ورحمت وبرکات ہو کریم ابن کریم، مخلص ہمدم عالم باعمل فضل و کمال کے مالک، صاحبِ توفیقاتِ ربّ اور کرم پروردگار، مروجِ سنّتِ رسولؐ اوران کے آلِ اطہارؑ کی طریقت نورِ چشم جناب سید ناصر حسین حفظہ اللہ جب سفر کے بعد گھر پہنچا، تفکرات کے ہجوم نے ہر طرف سے مجھے دبوچ لیا اور غدارِ زمانہ کی طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور بھوت جیسے انسانوں سے واسطہ پڑا۔ چنانچہ گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی۔ شریر افراد سے بچنے اور خوف کے عالم میں بسر کی۔ چالاک اور قاتل افراد سے بچنے

بچاتے رہے زندگی اسی نہج پر چل رہی تھی کہ ایک ایسی رات آئی جس میں تیز ہوا چلی چراغ اُلٹ گئے، چراغ کی روشنی بجھ گئی اور اس کے تیل گر گئے گھر اندھیرے میں ڈوب گیا، اتنے میں گرجنے کی آواز آئی اور تیز بارشوں کے سلسلوں کا آغاز ہوا یوں موتیوں کی طرح اولوں کی بارش بھی شروع ہوگئی ہر طرف برف کی تہیں جمی ہوئی تھیں گویا کہ زمین پر شیشے کا فرش بچھا ہوا ہو۔ ہوا یکسر بدل گئی گویا کہ رات برف کی چادر اوڑھ کر بسر کر رہی ہے۔ لوگوں کو بہت تکلیف کے ساتھ گزر بسر کرنا پڑا۔ تکلیف اور مشکلات کی وجہ سے لوگوں نے دعاؤں کے لیے ہاتھ اُٹھا لئے اور تضرع و التجا کے ذریعے بارگاہ خداوندی میں دستک دی یوں آسمان پر بادل چھٹنے لگے، خدا کا شکر اور حمد وثنا بجالایا وہی کرم اور نعمت عطا کرنے والی ذات ہے۔ یوں پوری رات لیٹے رہے مگر آنکھوں سے نیند اُڑ چکی تھی۔ میں نے بستر سے نکل کر صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ لوگ اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہے تھے اولے اور برف نے سب کے چولہے ٹھنڈے کئے ہوئے تھے، ان کے سامان بکھرے ہوئے تھے انہیں بلا بھیجا ان کے لئے کھانے کا بندوبست کیا اور وہ سیر ہو کر کھائے اور خوش ہوئے، مگر برف ہنوز پگھلنے کا نام نہیں لے رہی تھی اس کے بعد لوگوں نے آرام کیا۔ اس خط کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

۱۷۔ اس خط کے جواب میں اُنہوں نے لکھا ہے (ناصر الملّت نے لکھا)

صاحب جاہ و منزلت ارجی و مفترجی، صاحب نظر اور مالک ذہن و نظر، سر بلند حسب نسب کے مالک، طیب و طاہر شجرہ کے مالک، عزت و بزرگی کے تاجدار، مہربانِ عاطفت، برترِ خصال، فہم و فراست کے یکتائے زمانہ، ادب

میں رفعت والے یہاں تک کہ زبان ان کی ستائش میں ناکام اور ان کی خوبیوں کے بیان سے قاصر ہے۔ مالکِ فہم و فراست نابغۂ روزگار، سرداروں کا آقا، سید محمد مہدی خدا انہیں عیش و راحت عطا فرمائے اور اپنے الطاف کے سایے میں محفوظ رکھے۔اس کے علاوہ آپ کے نکلنے کے بعد سے اب تک مختلف تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا ہو چکا ہوں، مصائب و آلام نے گھر میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں، زمانے کے دیئے ہوئے دکھوں نے مجھے جکڑ لیا ہے۔ان تکالیف میں بسیرا کر رہا تھا کہ آپ کا مکتوب ملا جو فصاحت و بلاغت سے مالا مال، روشن اور درخشاں خیالات جس کی گہرائی کا ادراک ممکن نہیں۔درستِ معانی کا ذخیرہ اور شیریں ترین الفاظ کا مجموعہ اور اقوال میں سب سے محکم اور متقن ہیں یہ برجستہ عبارات ایسی ہیں کہ جسے دیکھنے کے لیے میری آنکھیں آرزومند اور دل بے چین و بے قرار تھا۔اسے بار بار پڑھا اور اس کے ثمرات سے مستفیض رہا۔اسے بار بار پڑھا اور شہد کی مانند عبارات کی مٹھاس کو بار بار چکھتا رہا۔برف باری اور اولوں کی بارش کے احوال کا بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا اور یہ کہ خدائے منان کے فضل و کرم سے آفات سے بچتے رہے، عوام پر ٹوٹنے والے مصائب و آلام کا ذکر تھا جس سے انہیں سخت تکالیف اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا طوفانی ہواؤں سے تودے گرنے اور فصلوں کی تباہی اور درختوں کے پھل ٹوٹ کر گرنے اور درختوں کے پتے جھڑنے کے بارے میں مطالب درج تھے۔

۱۸۔ایک اور خط ارسال کیا جب پروردگار نے مجھے ایک سانپ کے ڈسنے سے بچالیا تھا۔(منظوم رقعہ)

اے رفعتوں کے مالک جسے اس کے رکھوالے نے ہی ید بیضا سے بچالیا ہے۔آپ تمام فضائل کے حامل ہیں جو آپ کو آباء واجداد سے ورثے میں ملے ہیں اور ان مکرم اور بلند مرتبہ ماؤں کی آغوش میں پرورش پانے والے صاحبان کرامت وعزت دار ہستی ہیں۔اعلیٰ ظرفی اور وسعتوں کے سرچشموں سے فیض یاب ہونے والے عظمت کا منارا اور بزرگوں کے درمیان اخلاقی اقدار کے حامل ہونے کا چرچا ہے۔آپ اچھے خصال ومحبت واُلفت سے مزین ہیں،آپ کرامت جرأت اور عزم وہمت کا مینار ہیں۔آپ تمام محاسن کے مالک ہیں اور تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔رات کی تاریکی میں رفع حاجت کے لیے روانہ ہوا کہ اچانک وہاں ایک کالا ناگ نظر آیا نوکروں کو آواز دی جنہوں نے ڈنڈے اور جوتوں سے اسے ڈھیر کر دیا۔خدا آپ کو تمام آفات وبلیات سے محفوظ رکھے اور دشمنوں کو تباہی اور بربادی نصیب فرمائے۔خدا بحق محمدؐ وآل محمدؐ ہو درود وسلام ان پر یہ دعا قبول فرمائے۔

۱۹۔اس کا جواب منظوم

آپ نے فی البدیہہ آب شیریں کی مانند منظوم حکایت لکھ دی،ایسی نظم تخلیق کی ہے کہ اس میں آب زلال کی سطح ہر آلودگی سے پاک صاف وشفاف ہے۔ واللہ کتنا کمال کیا ہے آپ نے کہ آپ کو علماء کی کاوشوں کی تکمیل کا رتبہ عطا ہوا ہے۔ایک نوجوان کا کمال دیکھیے کہ بلندی کو ان کی وجہ سے رفعت ملی ہے۔ان کی

صحبت اور ہم نشینی سے انسان کو بزرگی اور سر بلندی عطا ہو، جس میں مہتم وخاست کا خزانہ ہے ان کے انفاس سے موتیوں کا خزانہ بکھیرتے ہیں۔ زندگی کے ہر انگ آئینۂ علم ومعرفت ہے بیٹھا ہی تھا کہ کالا اژدہا میری طرف بڑھنے لگا یوں میری پکار سے لوگوں نے اسے مسل کر رکھ دیا، یوں خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔

۲۰۔ وہ رقعہ جسے میں نے عالم وعامل علم ومعرفت کی علمی منزل پر فائز زبدۃ الفقہاء اسوۃ العلماء افقہ الناس، استاد گرامی مفتی سید محمد عباس مدظلہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا:

بارگاہ الٰہی میں حمد وثنا بجالایا جاتا ہے جس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور ان کی ملت کو علماء سے مستحکم فرمایا۔ ان کے قلم کی سیاہی کو شہدا کے خون سے افضل قرار دیا۔ سلام و درود ہو پیغمبر اکرمؐ اور ان کی آل پر جو دنیاوی زینت وغرور سے بے نیاز اور صاحبان نفسِ مطمئنہ ہیں۔ اے سورجوں کے سورج، اے قطب مکان و زمان کب واپس تشریف آوری ہوگی کب خورشید درخشاں کا طلوع ہوگا۔

۲۱۔ استاد گرامی کی خدمت میں ارسال کردہ دوسرے خط کا متن

حمد وثنائے باری کے بعد درود وسلام ہو نبی کریم اور ان کی آل پر علیہم السلام آپ پر سلام ہو، عالم حیدری، کوکب دری، فہم وفراست کے شہسوار، علم کے سمندر، معرفت کا خزانہ، جس پر دین کے ارکان قائم اور یقین کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں۔ آپ کے براہین سے حق ثابت ہوجاتا ہے اور زمانہ ان کے مدوسال سے تبدیل ہوجاتا ہے۔ صداقت نے حقیقت کا روپ دھارا، شکوک کے اسباب

زائل ہو گئے، وہم وخیال کے تانے بانے بکھر گئے اور حلال وحرام واضح ہو گئے، ان کے براہین سے فلاسفہ کی عقل باطل ہو گئی اور ان کے معقولات جہالت میں تبدیل ہو گئے۔ ان کے دامنِ ادب سے خوشہ چننے والے ادیب اور ان کے سمندرِ علم سے موتی اپنے دامن میں سمیٹ لینے والے دانشور فیض یاب ہو گئے، خدائے بزرگ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں فیضیاب اور بہرہ مند فرمائے۔ دیدار کے اشتیاق سے میں نہایت بے تاب ہوں۔ دل رنجیدہ ہے۔ غم کا سایہ ہے اور آپ کی زیارت کے ساغر سے محروم ہوں تکالیف کا بوجھ اُٹھا رہا ہوں میرے پیارے ہی گمشدہ ہیں میرا مقصود صرف آپ ہی ہیں۔ آپ ہر لحظے کی امید و آرزو ہیں آپ ہی میری آرزو ہیں، کب تک آپ ہم سے دُور رہیں گے۔ واپس آیئے واپس آیئے، طلوع کیجئے، طلوع کیجئے، میری آنکھوں کو کب اپنے جلووں سے منوّر کریں گے؟

۲۲۔ آپ مدظلہ نے جواب ارسال کیا①

سلام ہو آپ پر جو شہد سے زیادہ میٹھا اور وصال کے بعد سے زیادہ خوشگوار ہو، بحرِ ادب، محبوب دوست، دانشمند قلم طراز، ذہین ومفکر، فصیح وبلیغ، خوش گفتار وشیریں کلام، شرافت کے علمبردار اور دلچسپ مفاہیم کے مالک، جن کا بیان گوہر کی بارش اور جواہر کا خزانہ ہے۔ آپ کی نثری کاوش تہذیب کا گہوارہ اور نظم مشک گراں بہا ہے۔

اما بعد! جب میں وطن کے باغ سے اُٹھا تو شاہزادوں میں سے بعض شرفاء

① بادشاہِ اودھ واجد علی شاہ مٹیا برج کلکتے میں تھے، وہاں سے بادشاہ نے مفتی میر محمد عباس کو کلکتے بلوایا تھا کہ یہاں کی شاہی مسجد میں نماز پڑھائیں اور واعظ فرمائیں، مفتی میر محمد عباس کو لکھنؤ کی یاد ستا رہی تھی۔ وہ واپس جانا چاہتے تھے بس اسی عالم میں مولوی سید محمد مہدی کا خط پہنچا اور اس کا جواب مفتی میر محمد عباس نے اس طرح تحریر کیا۔

ملاقات کے لیے پہنچے، نماز پڑھی اور آیات اور احادیث کی تلاوت کی جس سے قبر میں پوچھے جانے والے سوالات، حشر و محشر کا حساب اور عقاب اعمال و عذاب جہنم درج تھے، انہیں نہایت سلیس و شیریں الفاظ میں بیان کیا تھا۔ کیونکہ وہ نہایت سمجھدار تھے اور ان سے پہلے سے دوستی اور قربت کے مراسم تھے۔

ان کے بزرگ نہایت خوشحال تھے کہ حالات بگڑ گئے ہاتھ پیلے پڑ گئے اور اس کے یتیموں اور بیواؤں کو سختیوں کا سامنا کرنا پڑا، بادشاہ دھوکے بازوں کے جال میں پھنس گئے تھے اور مجھے طلب کیا ان کا ارادہ تھا کہ مجھے ان لوگوں پر حکم بنا دیں جبکہ وہ لوگ حسد اور بغض کرنے والے اور فسادی اور فتنہ پرور تھے یوں نہ وہ لوگ مجھ سے خوش تھے اور نہ میں بادشاہ کی خوشنودی حاصل کر سکا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس مخمصے سے مجھے نجات دلائیں اور پست عہدوں سے بچائیں اور مجھے برتری عنایت فرمائیں ان سے بڑھ کر یہ کہ ایک دوست سے واسطہ پڑا جو نماز فجر میرے پیچھے پڑھنے کے باوجود مجھے بدنام کرنے الزامات کے تیر برسانے لگے، مگر چونکہ میں بے قصور تھا تو بری ہو گیا۔ اس پر افسوس صد افسوس ہو، اُنہی حالات میں اُلجھا ہوا تھا کہ آپ کا مرقوم موصول ہوا گویا کہ کسی کو محبوب ملا ہو اور جنت کی بشارت ملی ہو۔

ابرِ فیض سے رقعہ رحمت موصول ہوا اس کے انوار فیض سے ہر جگہ روشن ہو گئی جس کی وجہ سے سورج نکلنے سے شرمسار رہا، جس کی مشکیں خوشبو ہر جگہ پھیل گئی اس سے میں نہ صرف سیراب رہا بلکہ اس سے مجھے شفا مل گئی ہے یہ علاقہ صحت بخش کھانا پینا نہ ہونے کی وجہ سے بیماریوں کی آماجگاہ بن چکا ہے اسی وجہ سے مجھے متعدد بیماریاں لاحق ہو گئی ہیں، آپ کا تحریر کردہ قصیدہ نہایت موزوں اور اعلیٰ شاہکار ہے، اس کا ہر نکتہ حور کی مانند حسن و جمال کا پیکر ہے اور اسے سیاہی کے بجائے سونے کے

حروف میں لکھا جانا چاہئے کیونکہ سود مند اور گراں بہا مفاہیم کا خزانہ ہے۔

۲۳۔ بعض دوستوں کو تحریر ارسال کی

یہ کتاب نہایت معتبر، شریف، صاف پیاسے کے لیے شفاف پانی کی مانند اور ابرِ رحمت ہے، جس سے ہر پیاسا سیراب ہو جائے اور ہر بیمار شفایاب ہو سکے، مضمون آیت: اِنِّیٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ① پر پہنچے "علی تعیین النبأ العظیم الذی کان المخبرون فیه یختلفون۔" ②

نباء عظیم کے تعین میں اہلِ خبر میں اختلاف پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں فتنہ گر، ملعون مطعون اور دشمن لوگ شامل تھے جنہیں خوفِ خدا نہیں رہے اور اپنی مرضی سے چھوڑ دیتے ہیں۔ بہت جلد ظالم اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ قولِ فاسد اور منحرف سوچ سے پرہیز کیجیے چاہے آپ کے ساتھی آسمان کے ستاروں کے برابر کیوں نہ ہوں جس سے کینہ پرور کی خوشی ہوگی اور ذلت کا راستہ اختیار کرنے سے اجتناب کریں اور خدا کے خوف و تقویٰ اپنایئے اور سنتِ رسولؐ خدا اور اہلِ بیتؑ کی پابند بچے بچیوں کی شادی میں جلدی کیجیے چاہے ہندوستان میں آہ و بکا کے ساتھ کیوں نہ ہوں کیونکہ شادی میں تاخیر سے مرتبت ہونے والے اثرات کو برداشت کرنا پڑے گا اور آنے والے تیروں کو برداشت کرنا پڑے گا۔ آخر میں حمد و ثنائے الٰہی بجالاتا ہوں اور درود و سلام ہو سرکارِ رسالت مآب اور ان کی آلِ اطہارؑ پر۔

① یہ آیت سورۂ نمل کی ۲۹ ویں آیت ہے۔ جب جنابِ بلقیس کو حضرت سلیمان کا خط موصول ہوا۔

② ۳۸ ویں سورے "ص" کی آیت ۶۷ اور ۶۸ کی طرف اشارہ ہے۔ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ○ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ○ (کہہ دے اے حبیب "کہ وہی تو خبرِ عظیم ہے، جس سے کہ تم لوگ رُوگرداں ہو۔" سورۂ ۷۸ "نباء" کی دوسری آیت بھی اس طرف اشارہ کر رہی ہے عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ (سورۂ نباء آیت ۲) لوگ ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہیں کہ وہ عظیم خبر یعنی "نباء عظیم" کیا ہے۔ نباء عظیم ولایتِ علیؑ ہے۔

۲۴۔زبدۃ الاعیان فقیہِ زمانہ مفتی سید محمد عباس مدظلہ وعم نوالہ کی زبانی تحریر کردہ مرقوم

گراں بہا زیور و بیش بہا موتیوں سے پُر ازش، متاع دولت محبوب سے زیادہ خوشگوار، نکلتے آنسوؤں سے زیادہ رقیق و شفاف، تاریکی کو چیر دینے والی روشنی سے زیادہ درخشاں نور کی مانند سلام ہو، فاضل بزرگوار ستارۂ درخشاں، ادیب و دانشمند، صاحب فضائل و محاسن جن کی مریدی میں چیونٹیاں بھی منہمک ہوں تو باعث شگفتگی نہ ہوں۔ جن کے دلائل قاطع اور صریح اور روز و شب ثمر بار ہوں ہر عیب و برائی سے پاک و منزہ جناب سید مکرم حسین، ربّ مشرقین ان کو اپنے سایہ میں محفوظ فرمائیں، دیگر یہ کہ آپ کا مرقوم موصول ہوا جو سب سے شیریں نظم و نثر خوشگوار مطالب، قابل فخر، مشکین عبیر اور سونے سے زیادہ بیش بہا عبارات پر مشتمل ہیں، پڑھ کر مجھے نہایت خوشی و مسرت ملی جن مطالب کی طرف آپ نے اشارہ کیا جس کے لئے آپ نے اس کے اطراف جمع کر کے عزم و ارادہ باندھ لیا۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں علم چاہے معقول علوم ہو، یا منقول ناپید ہو رہے ہیں زمانے نے اسے خیر باد کہہ دیا ہے یوں علوم کے آثار محو ہوتے گئے اور اس کی تعلیم و ترویج پہ زوال آیا۔ علوم کے آثار محو ہونے لگے۔ ارادے متزلزل ہو گئے۔ ان درخشاں چہروں پر گہن لگ چکے۔ مزاج خاموش ہو گئے یہاں پر آپ کو کہنا ہے کہ کیا گر پانی امتزاج یا باہم آمیزش سے پاک کرنے والا ہے یا اتصال اور پیوست ہونے سے اس کے لیے فراغت پیدا کر کے دلیل کے ساتھ اس کا بیان کریں۔ بہتر ہے کہ میرے پاس تشریف لائیے اور کچھ عرصے تک میرے پاس ٹھہر جائیے۔

۲۵۔ عالم کامل فاضل بلند مرتبہ مفتی سید محمد عباس مدظلہ کی خدمت میں فاضل کامل عالم باعمل حسیب ونسیب درشہوار مولوی سید حیدر علی رضوی کے خط کی نقل

گراں قدر سلام آبِ کوثر سے زیادہ گوارا جوہری کے جواہرات کی مانند جناب حیدری موتی کی خدمت میں پیش ہے۔ دین کے ستون، فخرِ مجتہدین خطیب ارجمند، بحرِ علم و زھد و عبادت و حلم جناب مولانا العباس مدظلہ العالی کی خدمت میں قبول ہو۔ دیگر یہ کہ تنہائی اور دوری کی وجہ سے بندہ آپ کی خیریت کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہے اور کئی مہینوں سے آپ کی خیریت کے بارے میں آگاہی حاصل نہ ہو سکی۔ گزارش ہے کہ آپ کی جان والا گہر کی صحت اور خیریت کے بارے میں ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں گے۔ جو ترویجِ علوم کی ذمہ داریوں کو بخوبی نباہ رہے ہیں اور اگر جویائے احوال ہو تو بندہ بحمد اللہ ذات کریمی کے متواتر اور پیہم جود و کرم سے فیضیاب ہو، مگر اہل و مسکن سے دُوری نے زندگی کو تلخ و ناگوار بنا دیا ہے۔① میں نے پہلے کبھی غربت و عزلت نہیں دیکھی تھی اور ایسی سختیوں کو جھیلنے کا تجربہ نہیں رکھتا تھا۔ زمانے نے جسارت کر کے مجھے دکھوں کے زندان میں ڈال دیا اور مجھ سے میرے اہل و عیال اور وطن چھین لیا۔ نظم:-

دُوری کے زندان میں اسیر ہوں اور آنکھ گریاں ہے۔ تکالیف سے تڑپتا ہوں اور خون کے آنسوؤں سے روتا ہوں۔ میں نے اپنا مسئلہ اور امور کو خدائے بزرگ و برتر کے سپرد کیا ہے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔ مجھے اُسی پر اعتماد ہے۔ وہی میری محتاجی اور سختی میں میرا آسرا اور امید ہے۔ وہی میری دعا قبول کرنے والا

---

①۔ شہر پٹنہ (بہار) میں جمعہ و جماعت پڑھانے پر مقرر ہوئے تھے۔ لکھنؤ سے دوری شاق گزر رہی ہے۔ (۱۸۸۲ء)

ہے ہمیشہ دینِ مبین سے منسلک رہیں اور ان ہستیوں کی محبت صد انصیب ہونے کی محبت ہر عاقل پر فرض ہے۔ ان پر زمانہ جب تک قائم ہے سلام ہو۔ جمعہ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ کو ضعیف و گنہگار حیدر علی الرضوی نے تحریر کیا۔

۲۶۔ اس کا جواب آپ مدظلہ العالی کی طرف سے میں نے تحریر کیا ہے ①:

سلام ہو تشنگی میں گوارا پانی کی طرح، دوستوں کی رفاقت سے زیادہ پُرلطف اور خوشبو سے زیادہ مسحور کن (نظم)

سلام ہو تاریکی میں چودھویں کے چاند کی طرح اور روزہ دار کے لیے چشمے کی مانند جیسا حسینائیں محل میں ہوں اور گویا حوریں خیموں میں سید جلیل، استحات نبیل عالم خبیر اور نابغہ روزگار کی خدمت میں ہے۔

دیگر یہ کہ:۔ آپ کا مرقوم شریف موصول ہوا گویا خشکی میں بادل چھا گیا ہو اور بیمار کو دوا ملی ہو، ہر حرف حسیناؤں کے نگاہوں کی مانند جس کی عبارت متین و باوقار، بہتے ہوئے چشمے کے پانی کی طرح رواں مضبوط قلعے کی مانند استوار، موتیوں کی طرح بیش بہا، جس کے اوصاف اس نظم کی طرح ہیں۔ (نظم)

غربت میں آپ کو صبر اپنانا ہوگا، تکالیف برداشت کرنی ہوں گی، زمانے کی تلخیاں چکھنی ہوں گی۔ دوستوں اور ساتھیوں کے بچھڑنے کے دکھ دیکھنے ہوں گے، سفر کے بہت سے فائدے ہیں جن میں سے پانچ اہم ہیں۔ اگر عزت وطن میں گزارنے پر ہوتی تو سورج آسمانوں کے چکر لگانے کی زحمت نہ اُٹھاتا۔

---

① مولوی محمد مہدی ادیبؔ نے مفتی میر محمد عباس کی طرف سے مولوی سید حیدر علی رضوی کو بھیجے اُن کے خط کا جواب بھیجا کہ لکھنؤ سے دوری پر صبر کیجیے۔

۲۷۔ اجازت اور سند کا تقاضا کرنے والوں کو دیئے گئے اسناد کی نقل

اما بعد! برادر ادبی، علمی و صاحب فہم و فراست، بکمال حافظ نظیر حسین الآردی حفظہ اللہ نے ٹہنیوں سے پھل چننے اور سایہ دار درختوں سے فیض حاصل کرنے کے بعد میرے پاس آئے اور عربی ادب کی کتابیں جن میں "اطباق الذہب والمقامات" اور "دیوان المتنبی" اور "الحماسۃ" اور "المعلقات السبع" کی تعلیم کے سلسلے میں میرا تلمذ اختیار کیا اور اپنی نظم و نثر کی اصلاح کرائی جس کے بعد آپ کو اس فن میں عمدہ محاسن حاصل ہیں۔ آپ کو اس علم میں ستاروں کے درمیان سورج کا مقام حاصل ہے۔ مختلف علوم کے حصول میں بھی اپنے تئیں کوششیں کیں۔ یہاں تک ان میں آپ کو مہارت اور پختگی حاصل ہوئی اور چشمے کی مانند فیاضی عطا کرنے لگے۔ آپ کی طبیعت میں تعمیری تنقید کا جوہر نہاں ہے، نثر کی تحریر میں آپ اپنی مثال آپ ہیں، خدا آپ کو حاسدوں دشمنوں اور اشرار کی شرارتوں سے اپنی پناہ میں محفوظ فرمائے۔

۲۸۔ سیّد محمد محسن خان بہادر کے لیے ارسال کردہ رقعے کی نقل

سب سے گراں بہا اور گرانقدر سلام جناب محمد محسن خان صاحب مدظلہ کی خدمت میں خدا انہیں حوادث و آفات سے حفظ و امان میں رکھے دیگر یہ کہ آپ کی فرقت کی وجہ سے میں ملول و مغموم و محزون ہوں۔ گویا میں نے غدار زمانے کے ساتھ خیانت کی ہو جس کی سزا اس نے سیّد جلیل القدر سے دوری اور ہجران دی ہے۔ نظم:-

میری صبح ہوئی جبکہ سینے میں دیدار کی تشنگی کی آگ کی مانند بھڑک رہی ہے اور

رات شوق دیدار میں بسر کی غم و اندوہ سے دامن چھڑانا مشکل ہو گیا ہے۔ آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری ہے، انشاء اللہ آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گی۔ کتاب "سمط الجمان فی حل فتنیت العقیان" کی دو جلدیں آپ کی خدمت میں اس ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے۔

۲۹۔ اجازت اور سند کا تقاضا کرنے والوں کے نام لکھے گئے خط کی نقل

خدا کی حمد و ثنا بجالانے کے بعد صلوات ہو محمدؐ و آل محمدؐ پر جب تک قائم رہیں چاند سورج اور ستارے۔ اما بعد احباب کے برگزیدہ اور رفقا کے چشم و چراغ یعنی مولوی محمد بذل الرحمٰن خدا حوادث دہر و زمان سے محفوظ رکھے ایک عرصے تک میری شاگردی میں رہے اور "دیوان ابی الطیب المتنبی" اور "مقامات الحریری" اور "اللامیہ المعلقۃ" اور "دیوان الحماسہ" کے بعض حصے میں میرا اتلمذ اختیار کیا جس میں انہیں عبور حاصل ہے۔ اسی طرح "فریدۃ البہیہ فی شرح القصیدۃ العلویہ" اور "کواکب الدرّیہ" جیسی میری تصانیف کا بغور مطالعہ کیا اس طرح ان کی نثری تحریر کی اصلاح کی ان کے قلم میں موجود خامیاں دُور کیں ان کی انشا نکھر گئی اور عبارات میں پختگی آگئی۔ آپ نے جوانی ہی میں میری صحبت اختیار کی، نہایت فرمانبردار اور مطیع، میرا لحاظ و خاطر بجالانے والے شریف النفس انسان ہیں، آپ نے میرے پند و نصائح پر عمل کیا، میری ہدایات کو ذہن نشین کر لینے اور علوم پر پابندی سے کوشاں رہنے اور مفاہیم پر عمل پیرا ہونے کی لگن سے بھرپور ہیں خدا آپ کو لغزشوں سے نجات دے اور قلم کو توانا رکھے۔

۳۰۔ اجازت اور سند کے طلبگاروں کے نام لکھی جانے والی سند کی نقل

حمد و ثنائے الٰہی بجالاتے ہوئے درود وصلوٰت محمدؐ وآل محمدؐ پر بھیجتا ہوں احباب میں یگانہ روزگار، فضائل ومناقب میں بے مثال سردار وآقا سید نظر حسین حفظہ اللہ میرے یہاں پڑاؤ ڈال کر میری ملازمت اختیار کر لی آپ عنفوان شباب میں ہی شبانہ روز کی محنت پیہم کے ساتھ تحصیلِ علم وادب میں منہمک رہے۔ میرے پاس نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، ادب، اور علم کلام میں مہارت حاصل کی۔ جامی کے "فوائد الضیائیہ" اور ابن مالک کے "الفیۃ" اور "شرح شمسیہ" اور اس پر میر اور "میر والسیدی" کی جانب سے پیش کردہ تشریحات اور اسی طرح ملا صدرا کے لقب سے مشہور صدر شیرازی کے "ھدایۃ الحکمۃ" اور فقہ کی مشہور علامہ حلی کی کتاب "شرائع الاسلام" اور کتاب "نفحۃ الیمین" اور "دیوان المتنبی" اور "دیوان الحماسہ" اور "المعلقات السبعۃ" اور میری چند تصنیفات کی تعلیم مجھ سے حاصل کی۔ آپ نے میرے لکھے ہوئے بعض قصیدوں کی تشریحات تیار کر دیں میں نے ان کی نظموں کی اصلاح کر دی اور نثری تحریرات میں بہتری پیدا کی۔ عبارات کو کندن میں تبدیل کر دیا۔ آپ فاضل ادیب، زاہد خالص، سعید ورشید عالم ہیں جس کا چاند بصورت ہلال ظہور پذیر ہوا ہے، اس کے انوار چمکنے لگے ہیں، خدا آپ کو ہر لغزش وکوتاہی سے پاک فرمائے۔ قلمی تسخیرات جاری رہیں اور آپ کو صداقت اور رشادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز فرمائے۔

۳۱۔ تقریظ مولوی سید سبطِ حسین کی کتاب ''الغدیر من خبر الغدیر'' کے لئے

حمد خدائے باری کی ہے جس نے یوم غدیر میں دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا اور ہر بصیر اور بصارت سے محروم پر اپنی تمام تر نعمتیں پہنچا دیں۔ ہر منکر اور براتی کا خاتمہ کر دیا۔ درود و صلوات امت کے چراغ و سراج روشن پر جنہوں نے پروردگار کے تمام احکامات اور ہدایات لوگوں تک پہنچا دیں آپ کو ہر شریر اور حیلہ گر کے فتنوں سے بچالیا۔ صلوات ہو آپ کے اہل بیت طیبین و طاہرین پر اما بعد مایہ ناز علمی شخصیت، عقل و فراست میں نابغہ روزگار وجیہ الدارین مولوی سید سبط حسین مدظلہ عطر اور عنبر افشانی کر کے ''ھات العذیر من خیر العذیر'' کے نام سے ایک موقر و مجلّل کتاب کی تصنیف کی۔ تحریر میں جدت اور مطالب پُر مغز ہیں جس کی گواہی نگاہ بصیر اور قلب شکستہ دے سکیں گے۔ اس کی جتنی تعریفیں کی جائیں کم ہیں۔ اس قوم پر افسوس ہے جس نے اپنے اونٹوں کا رُخ نعمت کدوں کی بجائے جہنم کی طرف کر لیا ہے۔

۳۲۔ بعض شرفا کو لکھا (قبلہ شیخ محمد کے نام)

حبیب کی رفاقت سے خوشگوار، جاری اشکوں سے لطیف خوشبو سے زیادہ مسحور کن، تازہ ٹہنیوں سے زیادہ طراوت سلام جناب فاضل کامل، اعلیٰ حسب و نسب اور بلند و برتر شاخ، عزت و مجد کے حامل، بزرگوں میں برتر اور نجباء میں ارفع، شہر کا قبلہ الشیخ محمد دام مجدہ آپ کا مرقوم موصول ہوا، جو شہد سے زیادہ میٹھا اور عبارات عمدہ اور بے عیب ہیں۔ گویا ایسا بیمار ہوں جو ایک ہی طبیب سے مانوس

ہو، جسے اپنا محبوب ملا ہو یوں جواب لکھ کر بھیجنے میں آپ کا نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوگئی، یوں آپ کا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو، حق سربلند رہے گا اور سچائی اوپر آئے گی باطل مٹنے والا ہے اور جھوٹ زوال پذیر ہے، کافر دنیا و آخرت میں خراش اور قدح اعلیٰ پر فائز نہ ہوگا کیونکہ بہترین زاد تقویٰ ہی ہے تقویٰ کے بغیر سب ذلت و پستی کی جانب لے جانے والے ہیں جس کے نتیجے میں آگ اور جہنم پڑاؤ ہوگا اور وہ بدترین مقام ہے۔ ارباب صدق و وفا کو مبارک اور خوشی ہو اور ان کو جو لا ینطق عن الھویٰ اِلّا بوحیٍ یوحیٰ کی رفاقت میں رہیں گے۔ خدا اہل دین کا حامی و ناصر ہو، خاص کر آئمہ طاہرینؑ کے پیروکار علمائے حق کے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔ والسلام علیکم وقلبی لدیکم۔

۳۳۔ صاحب علم و فضل و کمال عالم باورع اور عامل واقفہ و زاھد المولوی السیّد ابوالحسن مدظلہ کی تحریر

باسمہ تعالیٰ بندۂ ناچیز ابوالحسن کی طرف سے جاہ و منزلت میں بے ہمتا مولوی عزت مآب سید جلیل القدر، علم و عمل کا پیکر موید و موفق پروردگار، مولوی سیّد محمد مہدی دام مجدہ و مدظلہ دیگر یہ کہ بندگان کے خالق کو حمد و ثنا پیش کرتا ہوں کہ میں بخیریت و عافیت ''یوم ترویہ'' کو کلکتہ پہنچا ہوں۔ سفر سے قبل دوست احباب کو خط کے ذریعے آگاہ کیا تھا کہ میری رہائش سلطان کے گھروں میں نہ ہو۔ ''خدا سلطان کو قصور جنان میں جگہ عنایت فرمائیں حوروں کے ساتھ۔ امیر انہی محلوں میں رہتے تھے جہاں سلطان نے ایک محل کرایہ پر حاصل کیا جسے ''سلطان خانہ'' کہا گیا ہے جہاں ان کی اقامت ہوتی ہے لہٰذا مجھے بھی ان محلوں کے

نزدیک ٹھہرایا گیا یہ گھر مرحوم انتظام اللہ کا تھا۔ امیر کے محل میں ایک مسجد بنی ہوئی ہے وہاں امیر سے ملاقات ہوتی تھی امیر اخلاق کریمہ اور خصال حسنہ کے مالک ہیں انہوں نے ان کے پاس نزول و اقامت کا خیر مقدم کیا۔ مگر اہل و عیال کی فرقت کی وجہ سے میں ملول ہوں۔ نہیں معلوم کہ میں کروں کیا کیونکہ مجھ سے اس قلیل مدت کی دوری برداشت نہیں ہو رہی ہے جبکہ لوگوں کا اصرار ہے کہ یہاں مستقل رہائش اختیار کروں جیسا بھی ہو میں بہت جلد واپسی کی تیاری کر رہا ہوں۔

۳۴۔ میرا جواب آپ کی خدمت میں

الحمد للہ نعمتوں کے پروردگار کو اور درود وسلام ہو نبیؐ اور ان کی آل اطہارؑ پر دیگر سلام ہے عالم وفاضل نابغہ روزگار ورع وتقویٰ کا پیکر حسب طاہر کے مالک، قابل فخر نسب والے، صاحب فضل وجود حیدری ضوفگن جس کے جود و کرم سے دوست و دشمن مستفیض، تقویٰ کی زینت سے زین رفعت و بزرگی کے مالک، ہدایت کے دروازوں کو دستک دینے والے، رشد و ہدایت کے چشموں سے سیراب ہونے والے۔

میری شکایت ہجر میں طوالت پیدا ہونا اور میرا گمشدہ احباب کی زیارت سے محرومی ہے، ان سوچوں میں تھا کہ آپ کا مرقام ملا اسے پڑھا، سمجھا، عنا اور آنکھوں کو لگایا، گویا میرے دل کو تھام لیا، اس کی روشنی سے چاند بھی تاریک معلوم ہوا اور سورج سے ضوفشانی کا لبادہ بھی چھین لے۔ (نظم)

خدا آپ کے فیض سے مالا مال فرمائے۔

۳۵۔ بعض احباب کے کہنے کے مطابق عالم ربانی، سرور و پیشوا نابغہ زمانہ الشیخ عبد علی البحرانی کے لیے رقعہ تحریر کیا

حمد باری ہے جس کی رحمتوں کا نزول جاری وساری ہے۔ صلوات وسلام پیغمبرؐ اور آلِ نبیؐ پر دیگر یہ کہ سلام ہو علم وفضیلت کے دُرِ شہوار، حیدری عالم، نبی کریم اور اہلِ بیتِ عظامؑ کے احکامات اور احادیث پر عمل کرنے والے پر، آپ کا گرانقدر مرقوم موصول ہوا یوں شکوک وشبہات کے اندیشے مٹ گئے۔ مجھ جیسے انسان کو کیوں مایوسی کا سامنا ہو، جبکہ اس چارہ گر اور بگڑی کو درست کرنے والے کے یہاں پناہ لے رکھی ہے۔ جو شخص سخی اور صاحب عطا کے درگاہ میں حاضر ہوں تو مغموم و نامراد واپس نہیں لوٹے گا۔ جس نے حق کو پالیا وہ نہیں چھپائے گا۔ پس اے سردار و سرورِ عالم وجاہل اگر مجھے حق کی رہنمائی کی تو مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور اگر راہ یقین پر چل پڑا تو مجھے اکیلے نہ رکھنا۔ آپ سے گزارش ہے کہ اموات (مرحوم علماء ومراجع) کی تقلید کے جواز پر ایک جامع تحقیقی مقالہ رر پورٹ تیار کیجیے جس میں اس مسئلہ کے متعلق تمام اعتراضات اور اشکالات کے جوابات درج ہوں۔ جس سے اس بات پر عمل کرنے والا زندہ اور جو ان کی تقلید میں نہ آئے جس سے شبہات پیدا نہ ہوں اور مسئلہ مزید پیچیدہ نہ ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ آپ کی تحریر کردہ کتاب ''ازهار الأنظار'' کیا زینت طبع سے آراستہ ہوگئی؟ اور اگر ہاں تو کیونکر حاصل کی جاسکتی ہے۔ مہربانی فرما کر صاحبزادوں کے بارے میں آگاہ فرمایئے گا تا کہ مراسلہ اور خط کتابت کے ذریعہ مقدور خدمت کر سکوں۔ بہت جلد کتاب ''عبقات الانوار فی امامة الائمة الاطهار'' جلد اوّل اور جلد دوئم کے دو حصے آپ کی خدمت کو پہنچیں گی یہ کتاب ایسی کاوش

ہے کہ ظہور اسلام کے بعد اس جیسی کتاب لکھی نہیں گئی جس کی آمد سے سر اُٹھائے ہوئے فتنے خاموش ہو گئے اور براہین و دلائل روشن ہو گئے۔ اس کتاب کریم سے ان کے پردے ہٹ گئے، آگ بجھ گئی، آثار مندرس ہو گئے۔ بت پاش پاش ہو گئے ان کے چاند سورج کالے پڑ گئے، آبادیاں مٹ گئیں اسباب بکھر گئے، قدم اُکھڑ گئے، گردنیں جھک گئیں، شیرازے بکھر گئے، شمشیریں بوسیدہ ہو گئیں، خزانے خالی ہو گئے، بے یار و مددگار ہو گئے سب کے سب قائد المتکلمین اور علما اھل رشد کے لیے اسوہ کاملہ کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ جن کی کاوشوں سے حق ثابت اور سر بلند رہا۔ حریم خدا ورسول کا دفاع کرتے ہوئے سچائی اور حقیقت کو روز روشن کی طرح ظاہر و عیاں کر دیا۔ نصرت اہل بیت علیہم السلام کے لیے جانفشانی کرنا ان کے نزدیک جواہرات کے خزانوں سے زیادہ بہتر اور باارزش ہیں۔ جن کے نزدیک دنیا کی قیمت بکری کی چھینک سے بھی کمتر ہے آپ (مصنف عبقات الانوار) دریائے علم و معرفت معارف کا سمندر زمین پر خدا کی آیت اور بندوں پر پروردگار کی حجت ہیں خدا انہیں اپنے پناہ میں محفوظ فرمائیں۔

مجموعہ نظم

۳۶۔ بعض احباب کے لیے تحریر کیا

اے عراق کی جانب جانے والے مسافرو آپ کے جانے سے ہمارے دلوں میں فراق و دوری کی آگ بھڑکا دی ہے۔ دلوں میں آپ کے لیے محبت و ھمدردی کے جذبے اُبھر رہے ہیں جبکہ آپ کو اوپر سے یہ نصیب عطا کیا گیا ہے۔ ہر روز و شب آپ کی یاد میں زندگی گزر رہی ہے۔ آپ کا ہجر بہت عجیب ہے اور

سورج کیونکر محاق میں نہ جائے آپ کو سلام بھیجتا ہوں اور درگاہ ایزدی سے دست بہ دعا ہوں کہ جلد آپ کی ملاقات اور وصال نصیب فرمائے۔ آمین۔

۳۷۔ بعض دوستوں کو لکھا

محبوب کی محبت سے مجھے مت روکنا میں اس فعل سے توبہ کرنے والا نہیں کس قدر طویل رات کو انتظار میں گزار دیا اور جب رات ٹل گئی تو انہیں سلام پہنچانے کی فکر میں تھا کہ آپ کا سلام مجھ تک پہنچ گیا آپ کے سلام آنے کی دیر تھی کہ سارے تفکرات اور وہم وغم بادل کی طرح چھٹ گئے، اے صاحب جاہ وعزت آپ پر میرا سلام ہو۔ آپ نے ضرور اپنے مقصود اور مراد کو پالیا ہے خدا آپ کو علم میں مالا مال فرمائے اور بلند فضیلت عطا کرے۔

۳۸۔ سیّد حیدر حسین نے اس بیت کے لیے اجازت طلب فرمائی ذھب الشتاء بجملہ الکافات وفوادنا باق علی الحسرات جواب میں لکھا ہے:

حبیب بہترین حالات میں میرے پاس آئے تو ان سے دُوری کی شکایت کردی، خشوع، دل شکستہ، حسرتوں کے ساتھ روتے روتے چہرے آنسو سے تر ہو گئے حبیب نے کہا ملامت کرنا چھوڑ دیں میں نے زندگی کو نیک کاموں کے لیے وقف کر دیا پھر میں نے کہا سردیاں آنے والی ہیں، اب تو وصال کی راتیں ہی راتیں ہیں تو اس نے کہا عنقریب آئیں گی یہ سردیاں ایسی بیت گئیں اور ہم حسرتوں کے ہاتھ ملتے رہیں گے۔

۳۹۔ حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی العالمین مولانا السید حامد حسین مدظلہ العالی کے حکم کے مطابق میں نے فی البدیہ کہا (منظوم):

جنون و تشنگی ہے بعض کرم والے صاحب مجد و عزت کو میں تو مسرت ہجر میں تو مریض بن چکا ہوں اے بکھیر دینے والے زمانے مجھے یوں چھوڑ دیا جیسا کہ چٹائی پر گوشت رکھ دیا ہو، مشکلوں کے حساب سے ہمارے دکھوں کو پرے رکھ دیا اور ایک اور دکھ پالیا، افسردہ ہوں، غمزدہ ہوں، حیران ہوں، پریشان ہوں قربت اور عہد و پیماں رکھنے والی سے ملنے کی اُمید ہے۔ گرچہ محبت کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش میں ہوں مگر بڑبڑانے سے رسوائی ملتی تو ہے۔ اس کے علاوہ آنکھوں سے نکلنے والے اشک بھی گواہی دے رہے ہیں۔ مجھے اپنے مقصد حاصل ہونے کے بعد کوئی پرواہ نہیں طبیب کی فرقت یا رفیق کے جانے سے۔ میں اس کی مودت میں بہہ نہیں جاؤں گا حاسدوں اور رقیبوں سے بچا کر حاصل کی تھی۔ میں نے ملاقاتیوں سے چھپ کر آپ کی حالت کے بارے میں آگاہی حاصل کی اور آپ کا ذکر دل میں ہے جو کبھی دُور نہ ہوگا۔ کیا عجب قربت ہے جبکہ وہ مجھ سے دُور ہے اور کیا عجب دُوری ہے جبکہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ خدا آپ کو عیش و راحت میں رکھے اور آپ کے تمام مقاصد اور حاجات کو حقیقت کا روپ عطا فرمائے۔

کتاب کواکبِ دُرّیہ
میں جن شخصیات کا ذکر آیا ہے
اُن کے حالاتِ زندگی اور علمی خدمات کا تذکرہ

حکیم شفاء الدّولہ

(حکیم سیّد افضل علی رضوی فیض آبادی) (عرفیت میر نواب)

حکیم شفاء الدولہ اودھ کے نام ور طبیبوں اور ممتاز رئیسوں میں تھے عہد شاہی میں واجد علی شاہ کے درباری طبیب تھے۔ بادشاہ کے ساتھ کچھ دن کلکتے میں بھی رہے۔ کلکتے سے واپس آنے کے بعد انگریزی حکومت میں اُن کو شہرت ملی، مختلف علوم کے ساتھ طبِ یونانی اور ایلوپیتھی میں مہارت حاصل کی اور اِن موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ اُن کی سب سے مشہور تالیف "جامع شفائیہ" ہے، انھوں نے عربی، فارسی، اردو میں کتابیں لکھیں اور شاعری بھی کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی آپ بیتی مثنوی کی شکل میں "قصہ عبرت منزلِ وحشت" کے نام سے لکھی ہے۔ خیال ہے کہ شفا الدّولہ ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں پیدا ہوئے۔

لکھنؤ کے چوک میں "حنا بلڈنگ" ہی شفاء الدّولہ کی بنوائی حویلی اُن کی رہائش گاہ تھی۔ لکھنؤ کی ادبی شخصیت مرزا جعفر حسین شفا الدّولہ کے نواسے

تھے وہ لکھتے ہیں۔ شفا الدّولہ نے "حنا بلڈنگ" صرف سو روپے میں فروخت کردی اور لکھنؤ چھوڑ کر فیض آباد میں رہنے لگے تھے۔ شفا الدّولہ نے علم طب عربی کی مشہور کتابوں میں علمی و عملی حیثیت سے بیشتر غلطیوں کی نشاندہی کی اور جدید مغربی تحقیقات کے نتائج سے استفادہ کر کے ایلوپیتھی علاج کی طرف راغب ہو گئے۔ مولوی سیّد محمد مہدی ادیب نے شفا الدّولہ کی کتاب پر جو تقریظ لکھی ہے اس میں اِن نتائج و افکار پر روشنی ڈالی ہے۔

فیض آباد کے سول سرجن ڈاکٹر جے کیمرون سے شفا الدّولہ کے اچھے مراسم ہو گئے تھے۔ جن کا حاصل ان کی تالیف "جامع شفائیہ" ہے۔ اس کتاب کا خاکہ اس طرح تیار ہوا تھا کہ پہلے شفا الدولہ ڈاکٹر کیمرون کو عربی کی طبّی کتابوں کے مطالب اردو میں بتاتے تھے پھر ڈاکٹر کیمرون ان کے مقابل مغربی تحقیق کے نتائج پیش کرتا تھا اور شفا الدّولہ انھیں لکھتے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ شفاالدّولہ نے ایلوپیتھک طرزِ علاج کی باقاعدہ تعلیم اور امتحاں دے کر سند بھی حاصل کی اور ڈاکٹری کے فن میں کمال حاصل کرلیا۔

شفاالدّولہ کی زندگی کا آخری دور فیض آباد ہی میں گزرا ان کا بیشتر وقت مریضوں کے علاج اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا تھا۔ شفاالدّولہ نے ماہِ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ مطابق فروری ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا۔ انتقال کے وقت اُن کی عمر ۸۲ برس کے لگ بھگ تھی۔

مولوی سیّد محمد مہدی کا انتقال ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں ہوا اور گویا دو برس کے بعد ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں شفا الدّولہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

شفاالدّولہ کو تصنیف و تالیف کا بے انتہا شوق تھا انھوں نے "اصولِ دین"

کے موضوع پر کتاب انارۃ البصائر و کشف السرائر (اردو) چار ضخیم جلدوں میں لکھی جس میں ایک ہزار دو سو اٹھائیس صفحات ہیں۔ یہ کتاب نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ "الذریعہ" میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

شفاالدولہ کی دوسری کتاب "بیان العرفان" عربی میں ہے اس کتاب کا مخطوطہ سلطان المدارس لکھنؤ میں موجود ہے۔ یہ کتاب طب کے موضوع پر ہے۔ تیسری کتاب "تدبیر الغریق" ہے اس کا موضوع پانی میں ڈوبنے والوں کا علاج ہے۔ چوتھی کتاب "تذکرۂ شفائیہ" فارسی میں ہے، انگریزی دواؤں کے بیان میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ پانچویں کتاب "تخلیص البیان" ہے اس کتاب میں یونانی اور انگریزی دواؤں کی تفصیل ہے۔ چھٹی کتاب "جامع شفائیہ" و افادات کامرنیہ" فارسی میں ہے، ایک ہزار صفحات پر مشتمل یہ کتاب مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں مرض کا نام عربی، فارسی، انگریزی، یونانی اور لاطینی میں لکھا گیا ہے۔ پھر مرض کی نوعیت بیان کرنے کے بعد مرض کے اسباب پھر علامات اور آخر میں علاج بتائے گئے ہیں۔ اس کتاب کو یورپ کے طریقۂ علاج میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت حاصل رہی۔

حکیم شفاء الدولہ کی ساتویں کتاب "جُنّۃ الواقیہ لسہام امراض وبائیہ" فارسی میں ہے، وبائی امراض کا بیان ہے یہ کتاب بھی مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ آٹھویں کتاب "چشمۂ حیات" فارسی میں ہے یہ کتاب بادشاہ واجد علی شاہ کے لئے لکھی گئی تھی۔ بادشاہ کو ایک زمانے میں یہ خیال رہنے لگا تھا کہ ان کی رحلت کا وقت قریب ہے، بادشاہ کے اس خیال کو دور کرنے کے لئے یہ کتاب "چشمۂ حیات" لکھی گئی۔ اس کتاب میں مصنف نے لکھا ہے کہ اس طرح کی

کتاب نہ کسی نے دیکھی نہ سُنی ہوگی۔ یہ کتاب مطبع سلطانی لکھنؤ سے ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوئی۔ نویں کتاب حکیم شفاء الدّولہ کی "رسالۂ" عربیہ فی استخراج المزاج المرکب من الادویہ" ہے جو عربی میں ہے۔

یہ کتاب بھی طب کے موضوع پر ہے، مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔ دسویں کتاب "طبق حکمت" فارسی میں ہے، اس کتاب میں بتایا گیا ہے کس کس بیماری میں کون کون سی غذا دینی چاہیئے۔ گیارھویں کتاب "علم قیافہ" ہے۔ بارھویں کتاب۔ "قصۂ عبرت مزیل وحشت" (اردو مثنوی) ہے۔ شفاء الدّولہ نے اس مثنوی میں بچپن سے لے کر واجد علی شاہ بادشاہ کے پاس کلکتے پہنچنے اور وہاں سے لکھنؤ واپس آنے تک کے اپنے حالات لکھے ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۷۴ھ میں لکھی گئی۔ شفاء الدّولہ کی تیرھویں کتاب "عجیب فی اخبار السید الذبیح الغریب" ہے توریت میں واقعۂ کربلا سے قبل جو پیشین گوئیاں امام حسینؑ کی شہادت کے بارے میں کی گئی تھیں اُن کا بیان ہے، یہ کتاب مطبع اثنا عشری وزیر گنج لکھنؤ سے ۱۲۹۴ھ میں چھپی تھی۔ یہ کتاب دوبارہ ۱۹۹۲ء میں کراچی سے ڈاکٹر نیر مسعود کی مرتب کی ہوئی شائع ہوئی ہے۔ چودھویں کتاب "کتاب فی ذکرِ امام" ہے۔ پندرھویں کتاب "مختصر الادویہ" علم طب پر ہے۔ سولھویں کتاب "مقدمۃ المعرفت" ہے۔

حکیم شفاء الدّولہ نے مثنوی میں جو خودنوشت حالات لکھے ہیں اُن سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مختصر طور پر مندرجہ ذیل ہیں:-

شفاء الدّولہ کے والد کا نام سید اکبر علی رضوی تھا۔ شفاء الدّولہ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا نو سال کی عمر میں وہ عربی کی علمی کتابیں پڑھنے لگے

تھے۔ پندرہ برس کی عمر میں وہ عربی درسیات سے فارغ ہو گئے تھے۔ تحصیل علم کے شوق میں وہ اپنا وطن فیض آباد چھوڑ کر لکھنؤ آ گئے۔

لکھنؤ میں انھوں نے سید العلما مولوی سید حسین ابن غفران مآب مولوی سید دلدار علی سے فقہ، حدیث، علمِ ہیئت اور انھیں کے ایک شاگرد حکیم مرزا غازی الدین سے ابنِ سینا کی کتاب ''قانون'' کا درس لیا۔ چھ مہینے کے بعد فیض آباد میں اُن کے والد کی وفات ہوگئی اس لئے شفاء الدّولہ فیض آباد واپس گئے وہاں نو مہینے تک رہ کر وہ پھر لکھنؤ واپس آ گئے۔

لکھنؤ میں بادشاہ امجد علی شاہ کے قائم کردہ مدرسے میں طلباء کو پڑھانے کی ملازمت مل گئی۔ اُسی زمانے میں حکیم بنا صاحب کی شاگردی اختیار کی اور لکھنؤ میں مطب بھی قائم کرلیا۔ اُن کی گزر اوقات اچھی طرح ہونے لگی۔ اُن کے خاندان کے لوگ بھی لکھنؤ آ گئے اور اُسی زمانے میں شفاء الدّولہ کی شادی ہوگئی۔ شادی کے ایک سال کے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا۔ کچھ دنوں کے بعد دوسری شادی کرلی بادشاہ واجد علی شاہ کے دربار میں انھیں باریابی حاصل ہوگئی بادشاہ کے خاص حکیم مقرر ہوئے، بادشاہ نے ذکاء الملک، شفاء الدّولہ خان بہادر مدبر جنگ کا خطاب عطا کیا جو سونے کی تختی پر کندہ تھا۔ ایک انگوٹھی عنبر کی، دو گاؤں واجد گنج کے اور ایک حویلی، ایک باغ، پچیس ہزار کے نوٹ، خلعت، تلوار، گلاہ عالم پسند، سواری کے لئے بگھی اور کچہری میں ایک اعلیٰ عہدہ بھی ملا۔ لکھنؤ کے امیروں اور رئیسوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شفاء الدّولہ کی زندگی کا یہ بہترین دور تھا لیکن دس سال کے اندر اس دور کا خاتمہ ہوگیا۔ ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے اودھ کی حکومت پر قبضہ کرلیا۔

واجد علی شاہ کلکتے چلے گئے، شفاء الدّولہ بھی بادشاہ کے ساتھ گئے۔ لیکن دو سال بعد شفاء الدّولہ لکھنؤ واپس آ گئے۔ پھر اپنی حویلی سو روپے میں فروخت کر کے اپنے وطن فیض آباد واپس چلے گئے۔ شفاء الدّولہ نے شہرت حاصل کی اور مریضوں سے فیس قبول نہیں کرتے تھے اور یہ کہہ کر انکار کر دیتے تھے کہ مجھ کو جو کچھ لینا تھا اپنے بادشاہ سے لے چکا۔

شفاء الدّولہ حکیم بھی تھے اور عالم وقت بھی تھے، مصنّف کی حیثیت سے وہ عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں لکھتے تھے عربی ادب پر عبور ہونے کے سبب مولوی محمد مہدی ادیبؔ سے دوستی ہوئی ہوگی۔ مولوی محمد مہدی ادیبؔ اور شفاء الدّولہ دونوں ہی بادشاہ واجد علی شاہ کے ساتھ کلکتے گئے تھے۔ اور دونوں واپس بھی ساتھ ہی آئے۔ شفاء الدّولہ کی کتاب پر مولوی محمد مہدی ادیبؔ نے عربی میں جو تقریظ لکھی ہے اس سے شفاء الدّولہ کے علمی مرتبے پر روشنی پڑتی ہے۔

حکیم شفاء الدّولہ کے فرزند سیّد حیدر حسین سے بھی مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کی خط و کتابت ہوتی تھی۔

مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کی یہ کتاب ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) میں شائع ہوئی۔ شفا الدّولہ کی زندگی میں ''کواکبِ دُرّیہ'' شائع ہوئی۔ انھوں نے کتاب پر تبصرہ ضرور کیا ہوگا، تحقیق کرنے کے بعد ہی کوئی ثبوت مل سکتا ہے۔

مولانا حیدر علی لکھنوی

مولانا حیدر علی لکھنوی کا ایک خط مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کے نام ''کواکبِ دُرّیہ'' میں موجود ہے۔

مولانا حیدر علی بن محمد علی موسوی توپ دروازہ لکھنؤ میں رہتے تھے۔ مولوی

مفتی میر محمد عباس کے شاگردِ خاص تھے۔

فقہ و اصول میں مجتہد تھے، ادبِ عربی میں مانے ہوئے ادیب تھے۔ بہت بڑے بڑے علما ان کے شاگرد تھے۔ مولانا غلام حسنین کنتوری نے مدرسۂ ایمانیہ قائم کیا تو مولانا حیدری علی موسوی مدرّس مقرر ہوئے۔

پٹنے میں نواب لطف علی خاں کے یہاں جمعہ و جماعت پڑھاتے تھے مگر چھ ماہ پٹنے اور چھ ماہ لکھنؤ میں رہتے تھے۔ ۱۹ رمحرم ۱۳۰۲ (۱۸۸۴ء) کو وفات ہوئی اور ممتاز العلما کے امام باڑے میں دفن ہوئے۔ مولانا حیدر علی لکھنوی کے مندرجہ ذیل شاگردوں کے نام ملتے ہیں:-

مولانا سید محمد باقر، مولانا سید محمد جعفر، مولانا نثار حسین عظیم آبادی وغیرہ۔

حکیم مولانا صفدر حسین لکھنوی

مولانا صفدر حسین، حیدر گنج لکھنؤ میں رہتے تھے۔ میر عشقؔ کے داماد تھے۔ مولوی فیض اللہ فرنگی محل کے معقولات میں شاگرد تھے۔ علم و زہد میں یگانہ اور فنِ طب میں کامل تھے۔ طلبا اُن سے پڑھ کر فخر محسوس کرتے تھے۔ بڑے خلیق و منکسر مزاج تھے۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ (تذکرۂ بے بہا، صفحہ: ۱۹۶)

میر عشقؔ کی بیٹی کنیز تقی بیگم عرف گجھو بیگم سے حکیم صفدر حسین (وکٹوریہ گنج لکھنؤ) سے ہوئی تھی۔ (دبستانِ عشق کی مرثیہ گوئی، صفحہ: ۱۰۹)

میر عشقؔ اپنی ان بیٹی کی شادی پیارے صاحب رشیدؔ سے کرنا چاہتے تھے۔ لیکن رشیدؔ کی ماں نے رشیدؔ کی شادی اپنی بھتیجی میر عسکری رئیسؔ کی بیٹی سے

کردی۔(روایت مہذّب لکھنوی)

لکھنؤ میں عربی شاعری و انشا پردازی میں مفتی میر محمد عباس اور ان کے شاگرد محمد مہدی ادیبؔ نے شہرت حاصل کی اور عربی میں قصیدہ گوئی کے ساتھ عربی مقاصدے کا رواج ہوا۔(تاریخ لکھنؤ،صفحہ:۱۵۳۸ از محمد باقر شمس)

فرنگی محل لکھنؤ کے مولانا فضل اللہ علم و فضل میں شہرت رکھتے تھے۔مولانا فضل اللہ کی قابلیت کا بھی شہرہ تھا بہت سے علماان کے شاگرد تھے۔

(تاریخ لکھنؤ،صفحہ:۶۴۳)

معقولات میں مولوی سید محمد مہدی،مولانا فضل اللہ کے شاگرد تھے۔

مولانا سیّد ابوالحسن

مولانا سید ابوالحسن بن سید محمد بن سید علی شاہ کشمیری،فقہ و اصول کے مشاہیر علما میں تھے۔۱۷ ربیع الاوّل ۱۲۶۰ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔(۱۸۴۴ء ولادت) ممتاز العلما کے داماد تھے۔

مفتی میر محمد عباس کے شاگردِ خاص تھے جس طرح مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ مفتی میر محمد عباس کے شاگرد تھے۔

مولانا سید ابوالحسن مدرسۂ ناظمیہ لکھنؤ اور مدرسۂ سلطان المدارس لکھنؤ دونوں کے بانی ہیں۔

۱۴ رجون ۱۸۹۵ء، ۲۲ رمحرم ۱۳۱۳ھ چہار شنبہ کربلائے معلّٰی میں رحلت فرمائی۔(۱۸۹۵ء) میں انتقال ہوا۔

مولوی سید ابوالحسن جب واجد علی شاہ کے طلب کرنے پر کلکتے گئے تو وہاں سے مولوی سید محمد مہدی ادیب کو خط لکھا جو"کواکب الدرّیہ"میں موجود ہے۔

مولوی سید ابوالحسن کے دو بیٹے مجتہد ہوئے اور لکھنؤ کے ممتاز علماء میں اُن کا شمار ہوتا ہے ایک مولوی سید محمد باقر اور دوسرے سید محمد ہادی۔

مولانا مفتی میر محمد عباس

مولانا مفتی میر محمد عباس ۱۲۲۴ھ/۸؍مارچ ۱۸۰۹ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مولوی سید حسین فرزندِ غفران مآب کے شاگرد تھے۔ فلسفہ و منطق، فقہ و اصول، کلام مناظرہ، حدیث، تفسیر میں عالم تبحر تھے۔ ادب عربی و فارسی و اردو میں یکتائے زمانہ تھے۔ ہر علم میں انھوں نے بلند پایہ کتابیں لکھی ہیں۔ عزیزؔ لکھنوی نے ان کی سوانح حیات "تجلیات" کے نام سے تالیف کی ہے۔

نجم الملت کے گھر میں دو الماریاں اُن کی تالیفات و تصنیفات سے بھری ہوئی تھیں۔

۲۵؍رجب ۱۳۰۶ھ مارچ ۱۸۸۹ء کو لکھنؤ میں رحلت ہوئی اور غفران مآب کے امام باڑے میں تدفین ہوئی۔

مفتی میر محمد عباس کے شاگردوں میں صاحب عبقات مولانا سیّد حامد حسین فردوس مآب، نجم الملت، سیّد نجم الحسن، مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ، میر نفیسؔ، امیر مینائی، بحرالعلوم سید محمد حسین عرف علّن صاحب، صدرالمحققین ناصرالملت مولانا سیّد ناصر حسین، مولوی سید کرامت حسین جج، علی میاں کاملؔ وغیرہ ہیں۔

میر انیسؔ اور مرزا غالبؔ سے خصوصی مراسم تھے۔ غالبؔ سے خط و کتابت بھی تھی۔

لکھنؤ میں عربی شاعری اور عربی مقاصدے کی ایجاد مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کی کوٹھی حیدر گنج لکھنؤ سے ہوئی۔

مولوی سیّد مہدی ادیب عربی میں قصیدے کہتے تھے اور مقاصدے منعقد کرتے تھے یہ لکھنؤ میں عربی شاعری کا عہد زرّیں کا نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے اس کو اتنا عروج نہیں ہوا تھا۔ سیکڑوں عربی زبان کے شاعر اُس وقت لکھنؤ میں موجود تھے جو ان محفلوں میں شریک ہوتے تھے۔ اکابر علما جو مقاصدوں میں نہیں آسکتے تھے وہ اپنا قصیدہ بھیجتے تھے۔ مولانا سیّد سبط حسین جونپوری کا بیان ہے کہ وہ حیدر گنج کے ان مقاصدوں میں شریک ہوتے تھے وہ فرماتے تھے کہ عربی کے ان مقاصدوں اور محفلوں میں اردو کے شاعروں کی طرح مجمع ہوتا تھا، عربی سے ذوق رکھنے والے اس وقت لکھنؤ میں کثرت سے موجود تھے ان میں بعض عربی داں شعرا صاحب دیوان بھی تھے۔ مگر عوام سے اس کا تعلق نہ تھا عربی داں شعرا کی اولاد نے اُن کے کلام کی اشاعت وحفاظت نہیں کی اور وہ تمام سرمایہ تلف ہوگیا۔ نہ عربی کے شعرا کے تذکرے لکھے گئے۔ خاص خاص لوگوں کے حالات سے کچھ لوگ واقف ہیں۔

(تاریخِ لکھنؤ، صفحہ: ۲۶۳، ۲۶۴ از مولانا باقر شمس)

لکھنؤ کے عربی داں شعرا کا کچھ کلام ''کتب خانہ ناصریہ'' میں محفوظ ہے نجم الملّت مولانا سیّد سیّد نجم الحسن کے کتب خانے میں، مدرسۂ ناظمیہ اور مدرسۃ الواعظین کے کتب خانوں میں یہ کلام اگر محفوظ ہے تو اس پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

''کواکبِ دُرّیہ'' نور ہدایت فاؤنڈیشن امام باڑہ غفران مآب لکھنؤ سے جناب اسیفؔ جائسی نے عنایت فرمائی جس کے لئے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

صاحبِ عبقات میر حامد حسین

آپ کا نام سید مہدی اور کنیت ابوالظفر تھی لیکن سید حامد حسین کے نام سے مشہور ہوئے اور اس شہرت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے والد ماجد نے خواب میں اپنے جد امجد سید حامد حسین کو دیکھا جیسے ہی خواب سے بیدار ہوئے آپ کو فرزند (صاحب عبقات) کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اسی وجہ سے آپ حامد حسین کے نام سے مشہور ہوئے۔ (تکملہ نجوم السماء جلد ۲، صفحہ: ۲۴)

میر حامد حسین کی ولادت ۵ محرم ۱۲۴۶ کو میرٹھ میں ہوئی اور جب سات سال کے تھے تو آپ کے والد نے آپ کی بسم اللہ شیخ کرم علی سے کرائی اور چودہ سال کی عمر تک والد ہی سے کسبِ فیض کیا جب آپ ۱۵ سال کے ہوئے تو آپ کے والد لکھنؤ تشریف لائے اور وہیں دعوت اجل کو لبیک کہا پھر آپ نے تحصیل علوم کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کیا۔ مقامات حریری اور دیوان متنبی مولوی سید برکت علی سے پڑھی، نہج البلاغہ مفتی محمد عباس صاحب، معقولات سید مرتضیٰ بن سلطان العلماء سے اور منقولات سلطان العلماء سید محمد اور سید العلماء سید حسین فرزندان غفران مآب سے پڑھا۔

(تکملہ نجوم السماء جلد ۲، صفحہ: ۲۷)

تکمیلِ تحصیل کے بعد والد ماجد علاّمہ مفتی قلی صاحب کی کتابوں کی تصحیح و تہذیب میں مشغول ہوئے اور پہلے فتوحات حیدریہ کی تصحیح کی پھر رسالہ تقیہ کی اور اس کے بعد تشئید المطاعن کی تصحیح اور اشاعت میں مصروف ہوئے ابھی یہ کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا تھا کہ مخالفین کی طرف سے منتہی الکلام شائع ہوئی اور اس میں چیلنج کیا گیا کہ اولین و آخرین میں کوئی بھی شیعہ اس کا جواب نہیں دے سکتا

لیکن آپ نے چند ماہ میں استقصاء الافہام فی نقض منتہی الکلام لکھی اور جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مؤلف منتہی الکلام سرگردان ہندوستان کا چکر لگاتے رہے اور استقصاء الافہام کا جواب نہ دے سکے اس کتاب کی تصنیف کے بعد عبقات الانوار کی تالیف میں مشغول ہوئے اور مدارک کے لئے بیرون ہند کا سفر کیا۔ ۱۲۸۲ھ میں حج اور عتبات عالیہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں نادر کتابیں حاصل کیں۔

آپ کی درج ذیل تصنیفات ہیں:-

۱۔عبقات الانوار فی امامۃ الائمۃ الاطہار، ۲۔استقصاء الافہام فی نقض منتہی الکلام، ۳۔شوارق النصوص، ۴۔کشف المعضلات فی حل المشکلات، ۵۔العضب التبارفی بحث آیۃ الغار، ۶۔النجم الثاقب فی مسئلۃ الحاجب فی الفقہ، ۷۔الدر السنیۃ فی المکاتیب والمنشأت العربیۃ، ۸۔زین الوسائل الی تحقیق المسائل، ۹۔الذرائع فی شرح الشرائع فی الفقہ، ۱۰۔اسفار الانوار عن وقائع افضل الاسفار۔

یہ کتابیں جن میں اکثر کئی کئی جلدوں میں ہیں ان کی تالیف و تصنیف میں اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلے میں انھوں نے اپنے کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا تھا تو شاید مبالغہ آرائی نہ ہوگی جب وہ داہنے ہاتھ سے لکھتے لکھتے تھک جاتے تھے تو بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کرتے تھے جب بیٹھ کر لکھتے ہوئے تھک جاتے تھے تو لیٹ کر کتاب سینے پر رکھ کر لکھتے تھے یہی ان کا رات دن کا سلسلہ تھا ضروری کاموں کے علاوہ اٹھتے نہیں تھے ضرورت بھر کھاتے اور سوتے تھے اور عبادات میں صرف واجبات پر اکتفا

کرتے تھے یہاں تک کہ آپ بیمار پڑ گئے مگر زندگی کے آخری لمحے تک لکھنا نہیں چھوڑا۔ آیۃ العظمٰی سید شہاب الدین نجفی مرعشیؒ نے ناصر الملّت کے حوالے سے نقل کیا تھا کہ جب غسل کے لیئے میر حامد حسین کے لباس کو اتارا گیا تو سینے پر کتاب رکھ کر کثرت مطالعہ کی وجہ سے وہاں گڑھا ہو گیا تھا۔

مولانا حامد حسین نے صرف کتابیں ہی نہیں لکھیں بلکہ اپنی مماثل شخصیتیں بھی بنائیں۔ علّامہ غلام حسنین کنتوری، علّامہ سراج حسین، علّامہ جسٹس کرامت حسین، علّامہ تصدق حسین، علّامہ ناصر حسین، علّامہ عباس حسین، علّامہ محمد مہدی ادیبؔ ان کے غیر معمولی صحبت یافتہ بزرگ ہیں۔ میری کتاب تفصیل کی متحمل نہیں ہے مجھے دکھ ہے کہ اختصار اس عظیم عالم کے تذکرۂ کمال سے مانع ہے۔ مختصر یہ ہے کہ۔

دس ہزار نادر و کمیاب، قلمی اور بخط مصنّفین کتابوں کے ذخیرے کو یکجا کیا، یہ کتب خانہ آج بھی لکھنؤ کی آبرو اور علوم اسلامیہ کا بیش بہا خزانہ ہے۔ مولانا نے اس کتب خانے کے ساتھ اپنی اولاد کو اپنا کام بھی سونپا۔

وفات ۱۸رصفر ۱۳۰۶ھ/ ۲۵راکتوبر ۱۸۸۸ء کو اپنے کتب خانے واقع محلہ کھجوہ لکھنؤ میں رحلت فرمائی وفات سے ایک دن پہلے تصنیف کا کام کرتے رہے تھے۔ وفات کے بعد جنازہ گھر لایا گیا اور پورے شہر کی مشایعت میں امام باڑہ غفران مآب میں سپردِ لحد کیے گئے اور آپ کا لقب فردوس مآب مشہور ہوا۔

ناصر الملّت مولانا سیّد ناصر حسین

آپ میر حامد حسین کے فرزند اور ناصر الملّت کے لقب سے مشہور تھے ۱۹رجمادی الثانی ۱۲۸۴ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور علوم دینی اپنے والد میر

حامد حسین اور مفتی میر محمد عباس وغیرہ سے حاصل کیا آپ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مصداق کامل تھے۔ میر حامد حسین نے عبقات الانوار کی حدیث غدیر، حدیث منزلت، حدیث ولایت، حدیث تشبیہ اور حدیث نور لکھی لیکن اجل نے مہلت نہیں دی کہ دیگر احادیث کو پایہ تکمیل تک پہنچاتے چنانچہ آپ کے خلف صالح مولانا ناصر الملت ناصر حسین نے باپ ہی کے اسلوب پر حدیث طیر از حیث سند و دلالت، حدیث باب (انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابُہا) از حیث سند و دلالت، حدیث ثقلین کو (بہمراہ حدیث سفینہ) از حیث سند و دلالت تحریر کیا اور انھیں میر حامد حسین ہی کے نام سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:-

۱۔ نفحات الازہار فی فضائل الائمۃ الاطہار (۱۶ جلدیں غیر مطبوعہ) ۲۔ کتاب المواعظ، ۳۔ دیوان الخطب، ۴۔ کتاب الانشاء، ۵۔ دیوان شعر، ۶۔ اسباغ النائل بتحقیق المسائل، ۷۔ مسند فاطمۃ بنت الحسینؑ، ۸۔ ما ظھر من الفضائل لامیر المومنین یوم خیبر، ۹۔ نفحات الانس، ۱۰۔ اثبات رد الشمس لامیر المومنین، ۱۱۔ سبائک الذھبان فی الرجال والاعیان، ۱۲۔ فہرست انساب السمعانی، ۱۳۔ افحام الاعداء والخصوم ان کتابوں کی تالیف وتصنیف کے لئے ٹھیک دس بجے صبح کتب خانے تشریف لاتے تھے اور سہ پہر ۲ بجے تک رہتے تھے اس دوران کسی سے نہیں ملتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ نظام حیدر آباد آپ سے ان ہی اوقات میں ملنے کے لئے آ گئے چونکہ اس وقت ملاقات کرنا اصول کے خلاف تھا لہٰذا نظام کے احترام میں کھڑکی کھول کر سلام کیا اور پھر اسے بند کر دیا۔ سرکار ناصر الملت کا یہ عمل ہمارے لئے درس ہے اگر ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو بھی

وقت کی قدر کرنی چاہیئے علم کا یہ چراغ یکم رجب ۱۳۶۱ھ کو ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا اور حسب وصیت، شہید ثالث (آگرہ) کا مزار، آخری آرامگاہ قرار پایا۔

آپ کی تعریف و تمجید سید محسن امین عاملی، ۱۔ اعیان الشیعہ جلد ۴۹ صفحہ: ۱۰۷ شیخ عباس قمی، ۲۔ ہدیۃ الاحباب صفحہ: ۱۷۷، علاّمہ محقق شیخ تبریزی، ۳۔ ریحانۃ الادب جلد ۳، صفحہ: ۱۴۴، ۱۴۵۔ محقق شیخ محمد ہادی امینی ۴۔ معجم رجال الفکر و الادب صفحہ: ۳۹۰، علاّمہ سید محمد مہدی اصفہانی، ۵۔ احسن الودیعہ صفحہ: ۱۰۴، وغیرہ جیسے بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں کی ہے ان سب نے آپ کو علم کا پہاڑ اور فقہ، حدیث، رجال اور ادب کا امام و پیشوا کہا ہے۔

تلامذۂ مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ

خطیبِ اعظم مولانا سیّد سبطِ حسن

خطیبِ اعظم سیّد سبطِ حسن، مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کے ممتاز شاگرد تھے۔

''خطیبِ اعظم مولانا سیّد سبطِ حسن'' سیّد وارث حسین نقوی کے فرزند تھے، ۱۱۹۶ھ (۱۸۷۸ء) جائس ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی پھر لکھنؤ آئے اور مدرسۂ ناظمیہ سے ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کیا۔ عربی ادب میں مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کے شاگرد تھے۔

عربی و فارسی میں ادیبانہ مہارت اور اسالیب بیان میں عبور حاصل کیا۔ فارسی، اردو کی نظم و نثر، تقریر و تحریر ہر میدان میں لوہا منوایا خطابت کا جدید انداز اپنایا، اہلِ دانش گرویدہ ہو گئے۔

۱۹۲۵ء میں حکومت نے شمس العلما کا خطاب دیا۔ اہلِ علم نے ''خطیبِ آلِ محمدؐ'' کے نام سے یاد کیا۔ ''بلبلِ بوستانِ خطابت'' اور ''عالمِ شیوا بیان'' ان کے صفاتی نام تھے۔ قوم نے ''خطیبِ اعظم'' کے نام سے یاد رکھا۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ شیعہ کالج بنانے کا خیال سب سے پہلے انھوں ہی نے پیش کیا۔ یادگار خطابت کے علاوہ انھوں نے عربی، فارسی اور اردو میں شعر بھی کہے۔ غزل، نظم، قصیدہ، رباعی، مسدس، مرثیہ، مثنوی، منظوم

تراجم، سلام اور نوحے بہت کثرت سے کہے۔ فاطر تخلص تھا۔

قطعات تاریخ یادگار کہے ہیں۔ اپنے استاد مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ کی وفات پر جو قطعہ تاریخ کہا وہ اُن کی قبر پر کندہ ہے:-

بہ لوح مزاش رقم کرد فاطر
نہاں گشتہ زیرِ زمیں آسمانے

مولانا سید سبط حسن نے ۲۸ر محرم ۱۳۵۴ھ (۲ر مئی ۱۹۳۵ء) میں وفات پائی۔ امام باڑہ غفران مآب میں قبر بنی۔

مولانا کا شاندار کتب خانہ راجہ صاحب محمود آباد نے لے کر محفوظ کر لیا تھا۔

آپ کے فرزندان نے بحیثیت شاعر ہندوستان میں شہرت پائی۔ سالکؔ لکھنوی، ماہرؔ لکھنوی، منظرؔ لکھنوی بہت مشہور ہیں۔ مولانا وارث حسن عالم اور مجتہد ہیں۔ زیادہ تر قیام یورپ میں رہتا ہے۔ کراچی میں ایک مرتبہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ لندن میں کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔

لکھنؤ میں جب تک میرا قیام تھا۔ سالک لکھنوی مرحوم ماہر لکھنوی مرحوم، منظر لکھنوی مرحوم سے ملاقاتیں رہتی تھیں۔ کبھی کبھی کاظم ہوٹل نخاس میں کلام سننے کا اتفاق ہوا۔ یہ تمام شعرا صاحبان وزیر گنج لکھنؤ تشریف لاتے تھے اور محفلوں میں کلام سناتے تھے۔

✿ مولوی سیّد سبطِ حسین (جونپوری)

مولوی سیّد سبطِ حسین ابن سیّد رمضان علی جائسی ۱۵ر شعبان ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) کو لکھنؤ میں ولادت ہوئی۔ ۱۹۰۱ء میں لکھنؤ سے تعلیم مکمل کر کے نجف اشرف اور وہاں سے کربلائے معلی اور پھر سامرے گئے بڑے بڑے

علمائے عراق سے اجتہاد کی سند لے کر ۱۳ سال کے بعد واپس آئے۔

اجتہاد کے علاوہ طب میں بھی شہرت رکھتے تھے۔ آخر عمر میں جون پور چلے گئے تھے اور وہیں ۴ رمارچ ۱۹۵۲ء (جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ) کو وفات ہوئی۔

عربی اور اردو کی تصانیف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

مولوی سیّد سبط حسین علم ادب میں مولوی سیّد محمد ادیبؔ کے شاگرد تھے۔

ادیبؔ نے اپنے شاگرد کی کتاب "ھات الغدیر عن خبر الغدیر" پر تقریظ لکھی ہے جس سے اُن کی شفقت اپنے شاگرد پر ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تقریظ ''کواکب درّیہ'' میں موجود ہے۔

مولوی محمد ہارون زنگی پوری

مولانا محمد ہارون بن سیّد عبدالحسین ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) کو زنگی پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشہور و معروف عالم تھے۔ مدرسۂ ناظمیہ لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی مولوی سیّد محمد مہدی ادیبؔ کے خاص شاگرد تھے۔

مولانا سبط حسن اور مولانا عالم حسین کے ہم درس تھے۔ پوری حیات تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

امروہہ، دہلی، مونگیر ضلع حسین آباد میں اور لکھنؤ میں قیام رہا۔ ۱۴ر جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) میں وفات پائی۔ ''علوم القرآن'' اور ''توحید الائمہ'' کتابیں بہت مقبول ہوئیں۔

مولانا محمد ہارون نے ۱۹۱۸ء میں ڈیرہ غازی خاں (یہ شہراب پاکستان میں شامل ہے) میں مرزائی، حنفی اور وہابیوں سے کامیاب مناظرے کیے۔

مولوی عالم حسین

مولانا سید عالم حسین بڑے گاؤں فیض آباد کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں ولادت ہوئی۔ سلطان المدارس لکھنؤ سے صدر الافاضل کیا۔ مولوی سید محمد مہدی ادیب سے عربی ادب کا علم حاصل کیا اور پھر سلطان المدارس میں ادب کے استاد معین ہوئے۔ لغت و شعرِ عرب کے ماہر ترین حافظ تھے۔

مولانا عالم حسین، مولانا شبیر حسن، مولانا سید سبط حسن کے ذوق شعر عرب کی وجہ سے لکھنؤ کے عربی مقاصدوں کے چرچے عراق و عرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مولانا کا ضخیم دیوان عربی غیر مطبوعہ ہے۔

ملازمت ختم ہونے کے بعد وطن واپس چلے گئے۔

۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۳ھ/ جون ۱۹۳۴ء کو فیض آباد میں وفات پائی۔

مولانا عالم حسین کے شاگردوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ مولانا محمد مصطفےٰ جوہر قبلہ (علامہ طالب جوہری کے والد) ۲۔ مولانا کلب حسین قبلہ، ۳۔ مولانا ابنِ حسن نونہروی قبلہ، ۴۔ مولانا سید احمد قبلہ، ۵۔ مولانا سید محمد قبلہ، ۶۔ مولانا محسن نواب قبلہ، ۷۔ مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل وغیرہ۔

مولوی سیّد نظر حسن بھیک پوری

بھیک پور ضلع سارن صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ مولوی سیّد نظر حسن بھیک پوری کے والد سید بہادر علی تھے۔ مولوی سیّد نظر حسن ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) کو بھیک پور میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں اصول وفقہ و عربی ادب مولوی سیّد ابوالحسن، مفتی میر محمد عباس اور مولوی محمد مہدی ادیبؔ سے حاصل

کیا، جامع علوم حاصل کرنے کے بعد وطن واپس گئے جہاں مسجد امام باندی بیگم مظفر پور میں امام جمعہ و جماعت مقرر ہوئے عربی میں برجستہ شعر کہتے تھے۔

لکھنؤ میں ''اصول کافی'' کی اشاعت میں تصحیح کا کام کیا۔ تالیفات کی تعداد دس ہے۔ جس میں علم مناظرہ، اخلاقیات، ادب، وتشریحات کی کتابیں شامل ہیں۔

''تذکرۃ العزا'' ان کی مشہور کتاب ہے جس میں ۴۵ مجلسیں ہیں۔

مولوی محمد عوض

مولانا محمد عوض پھول پور ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے۔ مولوی سید محمد مہدی ادیبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ نجم العلما نے انھیں شکار پور ضلع بلند شہر بھیج دیا تھا۔ مولانا نے وہاں وعظ و درس کا سلسلہ جاری کیا اور پورے علاقے کو دینی جذبے سے سرشار کرنے میں زندگی صرف کر کے ۳رشعبان ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) کو شکار پور میں رحلت کی۔ ان کے شاگردوں میں مولانا حافظ کفایت حسین اور مولانا محمد بشیر، مولانا نذیر علی، مولانا منظور حسین، مولانا حشمت علی کے نام مشہور ہیں۔

مولانا پیارے مرزا

مولانا پیارے مرزا ابن حکیم عباس مرزا ابنِ حکیم وزیر مرزا لکھنوی۔

کٹرہ محمد علی خاں لکھنؤ میں رہتے تھے۔ مولانا سبط حسن کے ہم درس اور مولوی سید محمد مہدی ادیبؒ کے شاگرد تھے۔

تقدس، ریاضت و عبادت کے ساتھ ساتھ ادب و شعر میں مہارت تھی۔

فراغت تعلیم کے کچھ عرصے بعد، مشہد مقدس چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی

اور اسی شہر مقدس میں وفات پائی۔ مولانا مرزا یوسف حسین (لاہور) مولانا پیارے مرزا کے بھتیجے تھے۔

شہزادہ مرزا جہاں قدر

پرنس جہاں قدر مرزا محمد واحد علی بہادر، نیر تخلص تھا۔ یہ بادشاہِ اودھ واجد علی شاہ کے داماد اور بھتیجے تھے۔ واجد علی شاہ کے بھائی مرزا سکندر حشمت (جرنیل صاحب) کے بیٹے تھے۔ مرزا سکندر حشمت اپنے فرزند جہاں قدر کو واجد علی شاہ کے ظلِ عاطفت میں چھوڑ کر والدہ ملکۂ اودھ کشور محل کے ساتھ انتزاعِ سلطنت کے معاملے میں نالش (ظلم و جبر کے خلاف مقدمہ) کرنے انگلستان چلے گئے تھے۔ غدر کے زمانے میں یہ لوگ انگلینڈ سے پیرس (فرانس) آئے اور وہیں ملکۂ اودھ کشور محل اور مرزا سکندر حشمت کا انتقال ہوگیا۔

مرزا جہاں قدر نیر کی پرورش واجد علی شاہ کے یہاں ہوئی۔

مولوی سید محمد مہدی ادیب سے مٹیا برج (کلکتے) میں عربی کی مشق کی اور نظم طباطبائی سے سبعہ معلقہ پڑھی۔

نظم طباطبائی لکھتے ہیں:۔

''مرزا جہاں قدر بہادر سب شاہزادوں میں بڑے لائق اور ذی علم بھی تھے۔ وائسرائے کے یہاں ان کو یا مرزا کوکب قدر ولی عہد کو خلوت میں خصوصی ملاقات کرنے کا اعزاز حاصل تھا۔ یہ ٹالی گنج کے تمام میسوری شاہزادوں سے کلکتے کے تمام حکام و شرفأ سے بے انتہا ربط رکھتے تھے۔ اس باب میں مرزا جہاں قدر کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی، کبھی کبھی مشاعرہ بھی کرتے تھے۔ اپنا کلام مجھی کو (نظم طباطبائی کو) دکھاتے تھے۔ غزل کم کہتے

تھے۔۔۔ انھوں نے مجھ سے سبعہ معلقہ پڑھی، امراؤ القیس اور طرفہ کے قصیدوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا (مضمون ''لکھنؤ کے سبع سیارے) از نظم طباطبائی بحوالۂ مجلۂ عثمانیہ جلد ششم ۱۹۳۲ء)

مرزا جہاں قدر کی یہ کتاب نظم طباطبائی کی تقریظ کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

مرزا جہاں قدر تیرؔ کو مرثیہ گوئی سے خاص مناسبت تھی۔ مگر تحصیل فقہ و حصول علم و ادب میں اس قدر مشغول رہتے تھے کہ فن شعر میں جیسی توجہ دینا چاہیئے تھی وہ نہیں دے سکتے تھے۔ عین وقت پر فکر سخن کے لئے بیٹھتے تھے۔

نظم طباطبائی نے مرزا جہاں قدر کی تصنیف ''کتاب المراثی'' میں لکھا ہے:۔

''جب اربعین کی مجلسیں سر پر آجاتی تھیں تو مرثیے کہنے کو بیٹھتے تھے یا مشاعرے کی تاریخ میں دو چار دن باقی رہ جاتے تھے تو طرح کی غزل میں فکر کرتے تھے۔ پھر بھی یہ کلام جس قدر مختصر ہے اسی قدر تازگی و پختگی سے بھرا ہوا ہے۔ ممکن نہیں کہ اہلِ ذوق دیکھے اور خوبی نظم کا اعتراف نہ کرے''۔

مرزا جہاں قدر تیرؔ کے انتقال کے دس بارہ برس کے بعد اُن کے بیٹے پرنس مرزا مقیم نے تیرؔ کا کچھ کلام نظم طباطبائی کو بھیج کر تصحیح کے بعد شائع کرنے کی درخواست کی، بعد اصلاح یہ کلام ''کتاب المراثی'' کے نام سے ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں عثمانیہ پریس حیدرآباد دکن سے شائع ہوا''۔

(بحوالہ سوانحِ حیات نظم طباطبائی از ڈاکٹر اشرف رفیع نیشنل فائن پریس حیدرآباد دکن ۱۹۷۳ء، صفحہ:۸۰،۸۱)

واجد علی شاہ کا ایک دیوان ''سخن اشرف'' مرزا جہاں قدر تیرؔ کے پاس تھا۔

واجد علی شاہ نے ایک دستاویز اپنے بھتیجے مرزا جہاں قدر تیرؔ کے نام لکھی تھی

جس میں انگریزوں کی زیادتی اور اپنی عاجزی کو اختصار اور صحت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

واجد علی شاہ کے فرزند برجیس قدر اور دوسرے فرزند آسماں جاہ انجمؔ اور بھتیجے جہاں قدر نیرؔ تینوں ہم عمر تھے۔

جہاں قدر نیرؔ واجد علی شاہ کے داماد اور بھتیجے تو تھے ہی لیکن شاعری میں بادشاہ کے شاگرد بھی تھے۔ جہاں قدر نیرؔ کا کلام ''مجموعہ نظم'' کے نام سے عثمان پریس حیدرآباد دکن سے ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء) میں شائع ہوا تھا۔

جہاں قدر نیرؔ کو سی آئی ای کا خطاب ملا تھا۔ کلکتے میں واجد علی شاہ کے محلوں میں ''رئیس منزل'' اور ''شاہ منزل'' جہاں قدر نیرؔ کے پاس تھیں اور جب یہ محل نیلام ہوئے مرزا جہاں قدر نے یہ دونوں منزلیں خرید لی تھیں۔

کلکتے میں مرزا رفیع القدر بہادر مرزا جہاں قدر کے نواسے تھے اور آسماں جاہ انجمؔ کے پوتے تھے۔

شہزادہ مرزا جہاں قدر نیرؔ نے مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ سے عربی ادب کی تعلیم حاصل کی تھی اس لیے اُن کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے اور اکثر نہایت قدر و منزل کے ساتھ مولوی سید محمد مہدی ادیبؔ کو کلکتے بلایا کرتے تھے۔

۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں نے شاہی محلات پر حملہ کیا اور شاہی خاندان کے افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار ہونے والوں میں مرزا جہاں قدر نیرؔ بھی تھے۔

آغا حجو شرفؔ نے ''افسانۂ لکھنؤ'' میں لکھا ہے:-

ہوئے جب کہ لارنس صاحب تمام   کئی صاحبوں کا ہوا اختتام
اُسی دن سے گوروں کو آئی نہ تاب   کئے دھاوے پھر باغیوں پر شتاب

بھگا بیلی گارد سے سب کو دیا — وہیں چتر منزل کو پھر لے لیا
وہاں سے لئے بڑھ کے اب وہ مکاں — کہ ہے قصر جرنیلؔ صاحب جہاں
وہاں قتل پھر مرتضیٰ خاں ہوئے — بہت لوگ پھر اور بے جاں ہوئے
برابر جو سب گورے داخل ہوئے — تو پردے بھی محلوں کے مشکل ہوئے
جو جرنیلؔ صاحب کے فرزند تھے — وہ مرزا جہاںؔ قدر دلبند تھے
کسی نے لیا ہاتھ میں ان کا ہاتھ — جو تھیں عورتیں پھر لیا ان کو ساتھ
یہ سب اب جو گوروں کے قابو میں آئے — وہاں سے انھیں بیلی گارد میں لائے
یہ سب زندگانی سے تھے نا اُمید — کیا ان کو با آبرو لا کے قید
بس اب بم کے گولے برسنے لگے — یہ اب مورچے کو ترسنے لگے

واجد علی شاہ تاجدار اودھ کے بھائی مرزا سکندر حشمت جرنیل صاحب کے لقب سے مشہور تھے اُن کے فرزند مرزا جہاں قدر تیرؔ غدر ۱۸۵۷ء میں کم سن تھے۔

غدر کی شورش ختم ہونے کے بعد یہ سب انگریزوں کی قید سے آزاد ہوئے۔

میر واجد علی تسخیر لکھنوی (شاگرد مرزا دبیرؔ) نے بہت سی انگریز عورتوں کی جان بچائی تھی۔ انگریزوں نے میر واجد علی کو انعام و اکرام سے نوازا، میر واجد علی نے شاہی خاندان کے افراد کو انگریزوں سے آزاد کروالیا۔ ان میں مرزا جہاں قدر بھی آزاد ہو کر کلکتے بادشاہ واجد علی شاہ کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ آغا حجو شرفؔ کہتے ہیں:-

جو جرنیلؔ صاحب کی تھی ذریات — رہائی ہوئی، وہی انھیں بھی نجات
مٹایا جو حاکم نے اس غدر کو — تو رخصت دی مرزا جہاں قدرؔ کو
وہی پھر ہوئے ان کے رتبہ شناس — رہے میر واجد علی کے پاس

کیا رحم ان پر جو اللہ نے کیا یاد واجد علی شاہ نے
یہاں سے یہ کلکتے کو اب گئے حضوری میں با آبرو سب گئے

واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کو سب نے غدر کا حال سنایا اور جس جس پر جو مصیبت گزری تھی وہ بیان کی، پھر سب نے کلکتے میں قیام کیا۔

سریرآرا بیگم جن کا اصل نام زینب بیگم تھا یہ بادشاہ واجد علی شاہ کی چہیتی بیٹی تھیں۔ انھیں سے جہاں قدر نیّر کی شادی ہوئی تھی۔ سریرآرا بیگم کی والدہ خاقان محل تھیں

آغا حجو شرف لکھتے ہیں:-

محل یہ جو خاقان حضرت کا ہے دلی عشق انھیں خود بدولت کا ہے
یہاں شاہزادی جو حضرت کی ہیں بڑی پیاری وہ خود بدولت کی ہیں
یہ منسوب ہے مشتری بدر سے یہ بیاہی ہیں مرزا جہاں قدر سے
وہ جرنیل صاحب کے فرزند ہیں
بھتیجے ہیں حضرت کے دلبند ہیں

آغا حجو شرف نے مرزا جہاں قدر نیّر کی بہت تعریف کی ہے کہتے ہیں:-

سنو اوج مرزا جہاں قدر کے یہ شہزادے ہیں مسند صدر کے
یہ جرنیل صاحب کے فرزند ہیں بھتیجے یہ حضرت کے دلبند ہیں
سخی و جواں مرد و خندہ جبیں غنی صاحب اوج مسند نشیں
طرحدار و خوشرو و شروع شباب بہادر اولوالہمت ولاجواب
چھریرا بدن، شیر کی سی نظر خوش اقبال و ذی جاہ والا گہر
بہ سامان شوکت خدا داد ہیں یہ واجد علی شہ کے داماد ہیں

سلاطین ہیں شوکت و جاہ کے   یہ پوتے ہیں امجدؔ علی شاہ کے
یہ ہے ان کے اوج و مراتب کا حال   حضوری حضرت میں ہیں یہ نہال
بڑے صاحب حوصلہ و صفدار   حسین و جواں مرد و باغ و بہار
یہ دارالامارات ہیں لاجواب   ہزاروں عمایدیں میں ہیں انتخاب
ہزاروں میں ذی رتبہ و خوش سیر   بہادر دلاور سخی نامور

خدا نے عطا کی ہے ہمت انھیں
بہت پیار کرتے ہیں حضرت انھیں

علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتابیں

عشرہ مجالس

معجزہ اور قرآن
عظمتِ صحابہ، احسان اور ایمان
ولایتِ علیؑ، امام اور اُمت
عظمتِ حضرت زینبؑ
عظمتِ حضرت فاطمہؑ
حضرت علیؑ میدانِ جنگ میں
مجالسِ محسنہ (جلد اوّل، دوم)
ظہورِ امام مہدیؑ
معراجِ خطابت (پانچ جلدیں)
قرآن کی قسمیں، تاریخِ شیعیت
علم زندگی ہے، عظمتِ ابوطالبؑ
اسلام پر حضرت علیؑ کے احسانات
قاتلانِ حسینؑ کا انجام

تاریخ

شہزادی زینبؑ اور تاریخ ملک شام
غمِ امام حسینؑ اور عزاداروں کی شفاعت
امام حسنؑ کی فتح خدا کے دشمن کی شکست
شہزادہ قاسمؑ کی مہندی
ذوالجناح
پوری دنیا کی عزاداری
شہید علمائے حق

سوانحِ حیات

حضرت علیؑ مرتضیٰ
حضرت فاطمہ زہراؑ
حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ (جلد اوّل، دوم)
حضرت اُمّ البنینؑ
حضرتِ جعفرِ طیّارؑ
سیرت اُم المومنین
حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ
حضرت شہربانوؑ
شہزادہ علی اصغرؑ

ادبیات

شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ
خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعراء
میر انیسؔ (انگریزی)
کلامِ انیسؔ میں رنگوں کا استعمال
ہر صدی کا شاعرِ اعظم میر انیسؔ
کلامِ ضمیرؔ (مرثیے، سلام، نوحے)
احساس (علمی، ادبی، سیاسی انٹرویوز)
نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد اوّل، دوم)
اردو غزل اور کربلا